بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسلکِ اعلیٰ حضرت و جمہور علماء اہلسنت کے افکار و نظریات کا ترجمان

دوماہی

الرّضا

پٹنہ انٹرنیشنل

Bimonthly AL-RAZA (International) Patna

جلد نمبر ۵ — شمارہ نمبر ۲۱

جنوری، فروری ۲۰۲۰ء

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

دوماہی 'الرّضا' انٹرنیشنل، پٹنہ

ہیرا کامپلیکس، قطب الدین لین، نزد دریاپور مسجد

سبزی باغ، پٹنہ 800004 رابطہ: 9973362000 / 8521889323

ای میل: alraza1437@gmail.com

Bimonthly AL-RAZA (International) Patna
C/o. AL-Qalam Foundation, Behind Shadi Mahal
Khajoorbanna, Sultaganj, Patna - 6 E-mail: alraza1437@gmail.com
Contact / Telegram / Whtsapp : 9835423434, A/c. No.
Md. Amjad Raza Khan, CBI A/c. 3503380262, IFSC Code cbin0283732
Jagan Nath Singh Lane, Chawdhritola, Patna

رابطہ: (مدیر اعلیٰ) 9835423434/amjadrazaamjad@gmail.com

پتہ: القلم فاؤنڈیشن نزد شادی محل، سلطان گنج پٹنہ ۶ (بہار)

گول دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے برائے کرم اپنا زر سالانہ ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ بروقت موصول ہو سکے۔

قیمت فی شمارہ: ۲۵/روپے، سالانہ ۱۵۰/روپے بیرون ممالک سالانہ ۲۰/امریکی ڈالر

پرنٹر پبلشر احمد رضا صابری ڈائریکٹر احمد پبلیکیشنز (پرائیویٹ لمیٹیڈ) نے سبزی باغ سے طبع کر کے دفتر دوماہی الرضا انٹرنیشنل، پٹنہ سے شائع کیا۔

مشمولات

□□□

منظومات

تم سا نہی غم گسار آقا

حسان الہند امام احمد رضا قادری

غم ہو گئے بے شمار آقا | بندہ تیرے نثار آقا
بگڑا جاتا ہے کھیل میرا | آقا آقا سنوار آقا
منجدھار پہ آکے ناؤ ٹوٹی | دے ہاتھ کہ ہوں میں پار آقا
ٹوٹی جاتی ہے پیٹھ میری | للہ یہ بوجھ اتار آقا
ہلکا ہے اگر ہمارا پلّہ | بھاری ہے ترا وقار آقا
مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے | تم کو تو ہے اختیار آقا
میں دور ہوں تو تم ہو مرے پاس | سن لو میری پکار آقا
مجھ سا کوئی غم زدہ نہ ہوگا | تم سا نہی غم گسار آقا
گرداب میں پڑ گئی ہے کشتی | ڈوبا ڈوبا، اتار آقا
تم وہ کہ کرم کو ناز تم سے | میں وہ کہ بدی کو عار آقا
پھر منہ نہ پڑے کبھی خزاں کا | دے دے ایسی بہار آقا
جس کی مرضی خدا نہ ٹالے | میرا ہے وہ نامدار آقا
ہے ملکِ خدا پہ جس کا قبضہ | میرا ہے وہ کامگار آقا
سویا کیے نابکار بندے | رویا کیے زار زار آقا
کیا بھول ہے ان کے ہوتے کہلائیں | دنیا کے تاجدار آقا
ان کے ادنیٰ گدا پہ مٹ جائیں | ایسے ایسے ہزار آقا
بے ابر کرم کے میرے دھبے | لا تغسلھا البحار آقا

اتنی رحمت رضا پہ کرلو
لا یقربہ البوار آقا

□□□

الرضا

مشتاق سیوانی، کھجوربنہ، پٹنہ
9304693513

گلستان سنیت کا باغباں ہے الرضا
خوشبوئے زلف نبی کا گلستاں ہے الرضا
علم وفکر وفن کا بحر بیکراں ہے الرضا
مسلک احمد رضا کا ترجماں ہے الرضا
منزل مقصود کی جانب رواں ہے الرضا
سنی رضوی قادری کا کارواں ہے الرضا
سرزمین ہند کے شہر عظیم آباد کا
اپنی رفعت میں مثال آسماں ہے الرضا
کیوں نہ ہو بوئے تصوف سے معطر ہر ورق
مفتی اعظم کے خوابوں کا جہاں ہے الرضا
نامساعد وقت کی اس چلچلاتی دھوپ میں
قوم مسلم کے سروں کا سائباں ہے الرضا
ہم نہیں چلتے کبھی اپنے اصولوں کے خلاف
فخر ہے ہم کو ہمارا پاسباں ہے الرضا
شکر ہے اللہ کا یہ اک نرالی شان ہے
وقت کے طوفان میں بھی ضوفشاں ہے الرضا
ہے سدا محو ثنائے خالق کون ومکاں
محسن انسانیت کا مدح خواں ہے الرضا
اپنے ذہن ودل کو اس کے فیض سے مہکائیں گے
جب تلک باقی ہمارے درمیاں ہے الرضا
دشمن وگستاخ پر مشتاق ہے ضرب کلیم
مصطفٰے کے عاشقوں پہ مہرباں ہے الرضا

□□□

ملک کے سلگتے حالات اور ملی قائدین کی پراسرار خاموشی

قوم پوچھتی ہے کہ اٹھارہ سوستاون کے مجاہدین علما کی دستار سنبھالنے کے دعویدار علما و مشائخ "وقت قیام سجدے میں" کیوں ہیں؟

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدؔ

کون سوچ سکتا تھا کہ آزادی کے ۷۰ رسال گزرتے گزرتے ملک کے لئے قربانیاں پیش کرنے والے اپنے ہی ملک میں اجنبی ہو جائیں گے، ان کی شہریت مشکوک ہو جائے گی، انہیں اپنے ہندوستانی ہونے کے ثبوت فراہم کرنے میں اپنے املاک بیچ دینے ہوں گے اور ملک کے خارجی طاقتوں سے دفاعی جنگ لڑنے والے بہادر بھی غیر ملکی قرار دے دئے جائیں گے۔ آج مٹھی بھر طاغوتی عناصر اپنی طاقت کے بل پہ انہیں کچلنا چاہتے ہیں جو اس ملک کا ماضی وحال بھی ہیں اور تابناک مستقبل بھی، انہیں مفلوج کرنا چاہتے ہیں جن کے ذہنوں میں ملک کی ترقی کے منصوبے بھی ہیں اور ملک عزیز کی طرف ترچھی آنکھ سے دیکھنے والوں کے خلاف لڑنے کی طاقت بھی، انہیں دبانا چاہتے ہیں جنہوں نے ملک کی آزادی کے لئے نہتے ہو کر بھی انگریزی توپوں کے آگے سینہ سپر ہونے تاریخ رقم کی ہے، انہیں شہید کرنا چاہتے ہیں جن کے پرکھوں نے جان کی قربانیاں دے کر ملک کو آزاد کرایا تھا۔ ہاں ان مظلوموں میں جنگ آزادی کے ان جیالوں کے سپوت بھی ہیں جن کی لاشیں انگریزوں نے درختوں پہ لٹکائیں تھیں، جنہیں جیل کی سلاخوں میں مہینوں مقید رکھا تھا اور جن کی املاک انگریزوں نے نیلام کردی تھیں ۔۔۔۔۔۔۔۔ مانگے کے اجالوں پہ اترانے والے یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ طاقت کا نشہ، ظلم کا عفریت اور نفرت کا لاوا، زیادہ دنوں تک نہیں ابل سکتا، دنیا نے آندھیوں کو سر پٹک کر مرتے دیکھا ہے، سمندر کی طغیانی کو اوندھے منھ گرتے دیکھا ہے، آتش فشاں کو اپنی آگ میں بھسم ہوتے دیکھا ہے، سیلاب کے تیز وتندر یلے کو زمین میں دفن ہوتے دیکھا ہے اور بڑے سے بڑے ظالم حکمراں کو مٹی میں ملتے دیکھا ہے، اُن سر پھری طاقتوں کے مقابلہ میں آج کے ہٹلری مظالم کی آخر حقیقت ہی کیا ہے؟ اور جب وہ منھ کے بل گرئیں تو یہ کب بچنے والے ہیں؟ افسوس مگر اس بات کا ہے کہ نفرتوں کی اس گرم بازاری سے ملک کی ہوائیں زہر آلود ہوگئی ہیں اور جوانوں کے ساتھ ان بچوں کے اذہان بھی عصبیت سے مفلوج ہو گئے ہیں جن کے ہاتھوں میں کل ملک کی کمان آنی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس ظلم وجبر اور سلب حق کے قانونی حملے کا سدباب کیسے ہو، NRC,CAA اور NPR کی آہٹ نے ملک کی سالمیت کو خطرہ میں ڈال دیا ہے اور اسی خطرہ کے احساس کے سبب ملک کا ایک بڑا حصہ سڑکوں پہ اتر آیا ہے، ان میں مرد بھی عورتیں بھی، جوان بھی ہیں اور ضعیف العمر بھی، ہندو بھی ہیں مسلم بھی، اور سکھ بھی ہیں عیسائی بھی۔ اس احتجاج نے بلاتفریق

رنگ ونسل ان افراد کے منجمد خون بھی گرما دیا ہے جو''اس گوشہ تنہائی میں آرام بہت ہے'' کا وظیفہ پڑھتے رہے ہیں، سنجیدگی وکم سخنی جن کا طرۂ امتیاز رہا ہے اور جو بزدلی کو بھی شرافت ومصلحت کا نمائندہ سمجھتے رہے ہیں۔ آج وہ سب احتجاج کا حصہ بن کر ملک میں لڑی جانے والی اس حقوق کی دوسری جنگ میں نوجوان بچوں بوڑھوں کے شانہ بشانہ ہیں، مگر ہائے افسوس! اس بھیڑ میں علماو مشائخ کا ایک گروہ ایسا ہے جو''فکر فردا'' سے بے نیاز اور گرد وپیش کے مسائل سے بے پرواہے، بلکہ ان مریدوں کی بھی پیشوائی سے گریزاں ہے، جو انہیں حل المشکلات سمجھنے کا جذبۂ گرانمایہ اپنے دل میں رکھتے رہے ہیں۔ مگر اب ان کی امیدیں ٹوٹ رہی ہیں، ان کا احساس زخمی ہورہا ہے اور وہ اس سحر سے نکلنے کی راہیں تلاش رہے ہیں، جس کے برسوں سے اسیر رہے ہیں۔ خدانہ کرے اگر ایسا ہوگیا تو یہ احساس محرومی انہیں نہ صرف دنیاوی اعتبار سے بے آسرا چھوڑے گا بلکہ دینی ومذہبی اعتبار سے بھی انہیں متنفر کردے گا اور یہ اتنا بڑا خسارہ ہوگا، جس کی تلافی یقینا مشکل ہوگی۔

جماعت اہل سنت کے وہ علماو مشائخ، جن کے پاس مریدوں کا بڑا حلقہ، ماننے والوں کا بڑا جتھہ اور اشارہ ابرو پہ قربان ہوجانے والوں کا جم غفیر ہے، اس نازک موقع پر بھی اکٹھا نہیں ہو پائے، اب انہیں کس قیامت کا انتظار ہے؟ اب تو مساجد پہ حملے ہوچکے، مدارس میں گھس کر نہتے طالب علموں کی جانیں لے لی گئیں، ملک بدری فرمان شاہی آگیا۔ تاریخ پوچھتی ہے کیا یہ اسی جماعت کے لوگ ہیں جن کے پرکھوں نے انگریزوں سے جنگیں لڑی تھیں؟ اور اسی امام کے پیروکار ہیں جنھوں نے جماعت رضائے مصطفیٰ قائم کرکے شدھی کرائے گئے لاکھوں لوگوں کو پھر سے کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا تھا، جنھوں نے غریبوں مفلسوں اور بیماروں میں غذائیں اور ادوائیات تقسیم کروائی تھیں؟ سیلاب اور فسادات کے متاثرین کی امدادیں کی تھیں؟ جو ہر نازک مسئلہ کے حل کئے سر جوڑ کر بیٹھ جایا کرتے تھے اور جنھوں نے ہزاروں بڑوں میں ایک کو اپنا قائد وپیشوا مان لیا تھا؟

ہمارے یہ بڑے، کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جمیعۃ العلما اور مسلم پرسنل لا والوں نے کس طرح اسلام دشمن عناصر سے سودا بازی شروع کررکھی ہے۔ تین طلاق سے لے کر بابری مسجد تک کی سودے بازی کا معاملہ پوری دنیا کے سامنے ہے اور آج جب کہ این آر سی اور این پی آر کے نام پر ملک''مقامات آہ وفغاں'' کی نذر ہوچکا ہے یہ لوگ فرعونوں کی ہمنوائی میں نعرے لگاتے نہیں شرمارہے ہیں، کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ہم کروڑوں مسلمانوں کی کمانیں سنبھال لیں، ان کے مسائل کو سمجھیں، ان کی آواز کو مضبوط کریں۔ ہم مساجد کے منبر اور جلسوں کے اسٹیج سے ذرا آگے بڑھیں، ملک کے دیگر متاثر طبقہ کے ساتھ نشستیں کریں۔ یہ مذہب کا معاملہ نہیں بلکہ اپنی بقا اور ملک کے آئین کی سالمیت کا معاملہ ہے جس نے ہمیں مذہبی آزادی کے ساتھ جینے کا حق دیا ہے۔ اگر یہ آئین ہی نہیں رہا تو کہاں کی مسجدیں اور کہاں کے مدرسے، کہاں کا اسٹیج اور کہاں کے جلسے، کہاں کی خانقاہیں اور کہاں کے مشربی جھگڑے؟ آیئے کمان سنبھالئے اس جلوس کی جس کا کوئی قائد نہیں، امامت کیجئے اس قوم کی، جو صف بند تو ہے مگر اس کا کوئی امام نہیں، قدر کیجیے قوم کے اس بیدار جذبہ کی، جسے جگانا کٹھن تھا مگر حالات نے اسے جگادیا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کے بیدار ہونے سے پہلے پھر وہ گہری نیند سوجائے، اگر یہ قوم پھر سوگئی تو اس ملک میں آپ کے وجود کو سنبھالنا بھی یقینا مسئلہ

ہو جائے گا۔

یاد کریں امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے کردار اور اپنی تحریر سے ہمیں یہ پیغام دیا ہے کہ ہم ظلم کے خلاف لڑیں یہ ظلم خواہ حکومت کی طرف سے ہو یا مذہبی ٹھیکیداروں کی طرف سے، اور معاملہ ملی بے راہ روی کا ہو یا سیاسی تانا شاہی کا۔ ہمیں ''نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری'' کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ مسلک اعلیٰ حضرت محض چند لفظوں کا مجموعہ نہیں بلکہ ایمان، علم، عمل، عشق، اخلاص، صبر، قناعت، حوصلہ سب کے مجموعے کا نام ہے اور آج ہمیں اِن تمام کی اشد ضرورت ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ان تمام پہلوؤں پہ اپنے عمل کا گہرا نقش چھوڑا ہے، تنہا عمل کر کے دکھایا اور جماعت قائم کر کے بھی دکھایا ہے۔ یہ جماعت رضائے مصطفیٰ، مجلس علمائے اہل سنت، جماعت اہل انصار'' افسانہ نہیں، تاریخی حقائق ہیں جو ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اپنی ذات میں انجمن ہونے کے باوجود جماعت اور تنظیم بنا کر حالات کا مقابلہ کر رہے تھے اور اسلام و مسلمان کی جان و مال عزت و آبرو کی حفاظت کا سامان کرتے رہے تھے۔ آج بھی حالات کی پکار یہی ہے کہ ہمارے علما و مشائخ مسند ارشاد کے بجائے میدان عمل میں آئیں، اپنی انا کا حصار توڑیں اور ''وقت قیام'' سجدے میں رہنے کے بجائے صدائے اللہ اکبر سے ہر پست کو بالا کر دیں۔ اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو تاریخ انہیں کن لفظوں میں یاد کرے گی وہ محسوس کر سکتے ہیں۔

❁❁❁

قارئین کے تاثرات

قارئین! مداحانہ نہیں، اپنے ناقدانہ وحقیقت پسندانہ تاثرات بھیجیں، یہ ہمیں رسالہ کو خوب سے خوب تر بنانے میں معاون ثابت ہوں گے۔

الرضا: جدید اسلوبِ اشاعت کا منفرد رسالہ

مفتی مبشر رضا ازہر: دارالافتا ممبئی
ادیب لبیب محقق رضویات

حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب، سلام وتحیت

اس وقت بہار کی راجدھانی پٹنہ سے آپ کی ادارت وقیادت میں نکلنے والا مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب وترجمان مجلہ ''دوماہی الرضا انٹرنیشنل'' نومبر ودسمبر کا شمارہ فردوسِ نظر ہے۔ میری معلومات کے مطابق مختلف رنگ وآہنگ، جدید اسلوبِ اشاعت اور دیدہ زیب طباعت کے ساتھ انٹرنیشنل کے طور پر شاید اہل سنت کا واحد رسالہ ہے جو ہند کے افقِ اشاعت پر نئے آب وتاب کے ساتھ طلوع ہے۔ رسالہ کے مشمولات کو پڑھ کر بے پناہ قلبی مسرت ہوئی، میں اپنی خوشیوں کا اظہار رسمی طور پر الفاظ کے قالب میں تو نہیں کرسکتا۔ البتہ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ شمارہ کے سارے مضامین اپنی معنویت اور اہمیت وافادیت سے پر اور حسن صوری وحسن ترتیب سے مزین ومرصع ہیں جو آپ کی ادیبانہ فراست، انتھک کوششوں، اعلیٰ انتظامی امور اور حسن انتخاب کا ثمرہ ہے۔ اس پر آپ اور آپ کی پوری ٹیم قابل ستائش ہیں۔ رسالہ کے مندرجات کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ اس رسالے میں قارئین کے ذوق اور حالات حاضرہ کے مطابق کئی اہم اور منفرد گوشے متعین ومشخص ہیں جو قارئین کے لیے دلچسپی کے باعث ہیں، انہیں خوبیوں اور خصوصیات کی وجہ سے اس رسالے نے نہایت مختصر اور قلیل وقت میں اتنی عظیم شہرت ومقبولیت حاصل کی ہے اور آج یہ رسالہ ''قارئین کا ایک محبوب ترین رسالہ ہے''

رسالہ کا آغاز حسان الہند امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی منظوم نعت سے کیا گیا ہے جو رسالہ کے لیے نیک فالی کی روشن دلیل ہے۔ مہمان اداریہ کے طور پر ادیب شہیر حضرت مولانا ملک الظفر سہسرامی صاحب زید حبہ کی گراں قدر تحریر بعنوان ''خطرات کے بادل'' انتہائی پسند آیا۔ اس مضمون میں فاضل سہسرامی نے موجودہ حکومت کے ناپاک منصوبوں، مستقبل کے عظیم خطرات، عصر حاضر میں مسلمانوں پر ہورہے ظلم وبربریت، ہجومی تشدد، داستان شہادت، اور غیر مناسب عزائم سے آگاہ کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے نیز اس وقت ہندی مسلمانوں میں جو ایک عجیب بے چینی کی لہر اور بدامنی کا دور دورہ ہے، آپ نے اپنی تحریر کے ذریعے حکومت وقت کو اس کے لیے مضبوط اور مستحکم اقدام کی اپیل بھی کی ہے جس پر آپ ہم سب کی طرف سے ڈھیروں مبارکبادیوں کے مستحق ہیں۔

تنقید واحتساب کے کالم میں مناظر اعظم ہند فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی دامت برکاتہم العالیہ کا مضمون ''اذان واقامت پر سوالات وجوابات'' ایک دلچسپ اور قابل مطالعہ تحریر ہے، بلکہ دلائل وبراہین کی شفافیت کی وجہ سے علم وتحقیق اور فقہ وافتا سے وابستہ حضرات کے لیے یہ مضمون استناد کا درجہ رکھتا ہے۔ اس میں آپ نے اذان واقامت سے متعلق چار سوالوں کے نہایت تحقیقی اور کثیر حوالوں سے مزین اور مبرہن جواب ارشاد فرمائے ہیں جس سے مسئلہ دائرہ کے تمام مخفی پہلوا جاگر اور مجلی ہوتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ اپنی

گوناگوں تدریسی اور تبلیغی خدمات کے ساتھ ساتھ تحریر و قلم کے ذریعے بھی دین متین کی تبلیغ و اشاعت، افکار امام احمد رضا کی نصرت و حمایت اور مخالفین کے ریشہ دوانیوں کا مسلسل سد باب فرماتے رہتے ہیں۔ اسی کی ایک اہم کڑی اس شمارے میں شامل ''اذان و اقامت پر سوالات و جوابات'' بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب قبلہ کا سایہ عاطفت دراز فرمائے۔

گوشہ رضویات اس رسالہ کا مستقل کالم ہے جو اس کے بنیادی ڈھانچہ کا ایک اہم عنصر بلکہ اس رسالہ کا نشان امتیاز ہے، اس گوشے میں افکار رضا اور مرکز اہل سنت کی سرگرمیوں سے قوم کے فرزندوں کو روشناس کرایا جاتا ہے، اس شمارے کے اس گوشے میں جماعت اہل سنت کے معروف عالم و فاضل حضرت مولانا مفتی ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی کی ایک طویل تحریر شائع کی گئی ہے ،جس میں موصوف نے مرکز اہل سنت بریلی شریف کی گراں قدر اور ممتاز صحافتی خدمات کی چند جھلکیاں پیش کی ہیں۔ چناں چہ آغاز مقالہ میں تحریر کرتے ہیں:

''ہندوستان کے سنی اداروں نے کافی کچھ صحافتی خدمات انجام دی ہیں جس سے کسی صاحب علم و خرد کو انکار نہیں ہے، مگر مرکز اہل سنت بریلی شریف کو ان میں نمایاں حیثیت حاصل ہے، اس سے بھی کسی صاحب علم و حلم اور غیر متعصب کو اختلاف نہیں ہوگا ، بریلی شریف سے جہاں علمی و روحانی خدمات انجام دی گئیں وہیں تبلیغی خدمات بھی، بریلی شریف سے مذہبی، مسلکی، مشربی، روحانی، تبلیغی، صحافتی، قومی، ملی، سماجی، سیاسی، معاشرتی، اقتصادی، ہر جہت سے کام ہوا ہے، ہمیں یہاں بریلی شریف کی صحافتی خدمات کا جائزہ لینا ہے اور اس حوالے سے اپنا مطالعہ سپرد قرطاس کرنا ہے۔ [ص:۲۹]۔

ککرالوی صاحب کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ جلد ہی بقیہ قسطیں نذر قارئین کریں گے۔ مفتی جمیل احمد رضوی کا مضمون ''امام احمد رضا اور مخدوم جہاں کے مکتوبات میں رنگ یکسانیت بھی کافی پسند آیا۔ موضوع کے ساتھ انصاف کیا گیا۔ نیز حالات حاضرہ کے تحت حکومتِ وقت کے جبری قوانین این آر سی اور سی اے اے کے متعلق مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی ایڈیٹر ماہنامہ سواد اعظم دہلی کا مضمون بھی بہت خوب اور معلومات افزا ہے جو یقینا قارئین کے لیے لائق مطالعہ و بے حد مفید ہے۔ تعارف و تجزیہ کا کالم بھی علم و ادب سے شغف رکھنے والوں کے لیے کافی دل چسپی کا باعث ہے۔ یہ کالم نہ صرف معلومات میں اضافہ کرتا ہے بلکہ اہل ذوق کو علم و اداب کا شعور و آگہی سکھاتا ہے جو کسی بھی علمی و ادبی رسالے کا بنیادی عنصر ہوتا ہے۔

میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مجموعہ کے جملہ ارکان و ممبران کو دوبارہ مبارکباد پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اس رسالہ کے ذریعے بروقت نسل نو کی تعمیر، صحیح رہنمائی اور افکار رضا سے انہیں آگاہ کرانے کا جو عظیم اور روح پرور سلسلہ اور تحقیقی و بنیادی کام انجام دیا جا رہا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور اس رسالے کو روز افزوں شاہراہ ترقی پر گامزن فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

□□□

الرضا: دینی و ملی و مسائل کا ایک حقیقت نما آئینہ

طارق انور مصباحی (کیرلا)
مدیر ماہنامہ فیضان شریعت دہلی

دوماہی الرضا انٹرنیشنل (پٹنہ) کا شمارہ: جولائی تا دسمبر ۲۰۱۹ء نظر نواز ہوا۔ ہر شمارے کی طرح یہ شمارہ بھی افادہ بخش مضامین و معلومات کا ایک خزینہ ہے۔ عالم کبیر فاضل شہیر علامہ ملک الظفر سہسرامی دام ظلہ القوی کا مہمان اداریہ ''خطرات کے بادل'' انتہائی معلومات افزا ہے۔ فاضل ممدوح نے بھارت کے متعدد مسائل و مشکلات پر خامہ فرسائی کی ہے۔ ماب لنچنگ کے ذریعہ ہلاکت کی تفصیل اور حکومت کی ذمہ داریوں کو عمدہ اسلوب کے ساتھ رقم فرمایا۔ مفتی قوم و ملت حضرت علامہ مفتی

ذوالفقار خاں نعیمی نے ایک جدید سلسلہ مضامین ''مرکز اہل سنت کی صحافتی خدمات'' کا آغاز فرمایا ہے۔ ہمیں خدمات کے ساتھ اپنی خدمات کا تعارف بھی قوم کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔ یہ ایک اہم پیش رفت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کو مزید وسعت عطا فرمائے (آمین)

فاضل گرامی حضرت علامہ غلام مصطفےٰ نعیمی (دہلی) کا ضوفشاں قلم آج کل حالات حاضرہ کا احاطہ کررہا ہے۔ متعدد موضوعات پر موصوف کی قلمی خدمات باصرہ نواز ہوتی رہتی ہے۔ موصوف نے این آر سی سے متعلق حکومت ہند کی غیر ضروری پالیسی پر اپنا قلمی احتجاج سپرد قرطاس فرمایا ہے۔

حضرت علامہ کامل سہسرامی قدس سرہ العزیز سے متعلق ڈاکٹر محمد فرید الدین کے مضمون کو پڑھ کر فرحت وشادمانی محسوس ہوئی۔ ہمیں اپنے اکابرین کا موقع بموقع تعارف پیش کرتے رہنا چاہئے، تاکہ نسل جدید ان سے واقف وآشنا ہوسکے۔ مفکر اسلام حضرت علامہ ڈاکٹر امجد رضا (مدیر اعلیٰ: الرضا) نے محسن رضویات حضرت علامہ سید وجاہت رسول قادری دام ظلہ الاقدس کی باب رضویات میں بے مثال خدمات کا تذکرہ فرمایا اور یقینا ممدوح گرامی کی خدمات لائق تحسین اور قابل ستائش ہیں۔ دیگر تمام مضامین بھی نفع بخش اور قابل مطالعہ ہیں۔

قوم کے عدم التفات اور بے توجہی کے سبب عہد حاضر میں کسی میگزین کا اجرا اور اس کو برقرار رکھنا ایک مشکل امر ہوتا جارہا ہے۔ قلم کار دقت نظر اور جاں فشانی کے ساتھ مضامین رقم کرتے ہیں اور ارباب میگزین مشقتیں برداشت کر کے طباعت واشاعت کا فریضہ انجام دیتے ہیں، لیکن مالی فنڈ کی تحصیل میں انہیں کلفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کسی میگزین کی ممبر شپ اس قدر نہیں ہوپاتی کہ اس کے دم پر یہ سلسلہ جاری رکھا جاسکے۔ اہل ذوق کو اس جانب متوجہ ہونا چاہئے۔ مالی مشکلات کے سبب ہم نے متعدد ماہناموں کو گمنامی میں جاتے دیکھا ہے۔ کسی رسالے کے واسطے سالانہ دو/تین سو روپے جمع کرنا بہت مشکل نہیں۔ ہمیں ماہانہ، دوماہی وسہ ماہی رسالوں کے ساتھ یومیہ یا ہفتہ واری اخبار بھی جاری کرنا چاہئے، تاکہ قوم مسلم کو مذہبی، قومی اور ملی مسائل سے آگاہ کیا جاسکے۔ اگر ہم اپنے اندر بیداری لائیں تو یہ کام بھی آسانی سے ہوسکتا ہے۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے دس نکاتی پروگرام میں اس جانب توجہ دلائی ہے اور یہ انتہائی مفید امر ہے۔ یہ میڈیا کا زمانہ ہے۔ اس کے ذریعہ ہم اہل ملت کو اپنے قریب لاسکتے ہیں۔ یہ باہمی ربط کا ایک خوشنما وسیلہ ہے۔

□□□

الرضا اعداء کے لئے شمشیر برہنہ

محمد معراج عالم مرکزی، بائسی پورنیہ بہار

جناب چیف ایڈیٹر صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آج چہار جانب عوام تو عوام کچھ خواص حضرات بھی مصلحت ذاتی ومفاد شخصی کی بناء پر حقائق کو آشکار کرنے سے گریز کرتے ہیں اور احقاق حق وابطال باطل سے کتراتے ہیں۔ مگر قابل مبارکباد ہیں مرد جانباز اعداء کے لئے شمشیر بے نیام حضرت چیف ایڈیٹر صاحب قبلہ (متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ) اور مسلک اعلی حضرت کا سچا نقیب وپاسبان اہلسنت کا ترجمان الرضا انٹرنیشنل کی پوری ٹیم جنہوں نے بڑے ہی بے باکانہ انداز میں اپنے نوک قلم سے کچھ مفاد پرست خانقاہوں کے حقائق کو آشکارہ کیا ہے اور بحمد اللہ اب بھی سلسلہ جاری ہے۔ رسالہ کے اداریہ اور مضامین کو پڑھ کر بڑی خوشی حاصل ہوتی ہے کہ ہمارے قلم کاروں کی نوک میں اب بھی علمی فکری تہذیبی ثقافتی اور تحقیقی قلم کا تیور نظر آتا ہے اللہ رب العزت ان قلم کاروں کے زور قلم میں اور اضافہ عطا فرمائے اور الرضا کی ترویج واشاعت کے وسائل آسان سے آسان کردے۔

❁❁❁

زبان و بیان میں شرعی بے اعتدالیاں

مفتی منیب الرحمن لاہور

''۔۔۔۔۔بعض لوگ بھولے بھالے اور سیدھے سادے آدمی کے لیے ''اللہ میاں کی گائے'' کا محاورہ استعمال کرتے ہیں، نیز روزمرہ زبان میں بھی لوگ ''اللہ میاں'' بولتے ہیں۔ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''(اے رسول!) آپ کہہ دیجیے! تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو، جس نام سے بھی پکاروگے، اس کے سب ہی نام اچھے ہیں'' ---[بنی اسرائیل: ۱۱۰]۔۔۔۔''

اللہ تعالیٰ کی ذات بہکنے، بھٹکنے، غلطی کرنے اور بھول چوک سے پاک ہے، لیکن بعض لوگوں کی زبان پر کفریہ جملے آجاتے ہیں، مثلاً:

''میری قسمت میں شاید اللہ کچھ لکھنا ہی بھول گیا ہے''۔

''نہ جانے میرا بلاوا کب آئے گا، شاید بنانے والا بھول گیا ہے''۔

قرآنِ کریم میں ہے:

''اُن کا علم میرے رب کے پاس لوحِ محفوظ میں درج ہے، وہ نہ تو بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے'' ---[طٰہٰ: ۵۲]

پاکستان میں کفریہ کلمات پر مشتمل گانے چلتے رہے ہیں:

آج میری تقدیر کا مالک سوتا ہے

قسمت کا دستور نرالا ہوتا ہے

تقدیر کا مالک اللہ ہے، اس کی شان یہ ہے:

''نہ اُسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند'' ---[البقرۃ: ۲۵۵]

اس کا علم حضوری ہے اور ہر قسم کی غفلت اور سہو سے پاک ہے، اس کی جانب سونے، بھولنے یا غفلت کی نسبت کرنا قرآن کا انکار ہے، اس سے توبہ لازم ہے۔

اسی طرح کفریہ معانی کے حامل کئی اور جملے لوگ سوچے سمجھے بغیر بول دیتے ہیں، مثلاً: ''ارے یہ تو اتنا چالاک ہے کہ خدا کو بھی دھوکا دے دے''، کسی کا یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دیا جاسکتا ہے، خود فریبی ہے اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں، ان کے بارے میں فرمایا:

''وہ (اپنی دانست میں) اللہ اور مومنوں کو دھوکا دیتے ہیں، (لیکن در حقیقت) وہ اپنے آپ ہی کو دھوکا دیتے ہیں اور انہیں اس بات کا شعور نہیں ہے'' ---[البقرۃ: ۹]

دھوکا تو اُسے دیا جاسکتا ہے جس سے حقیقت کو چھپانا ممکن ہو، جب کہ اللہ کی شان یہ ہے:

''اور اگر آپ بلند آواز سے بولیں تو بے شک وہ آہستہ اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ بات کو خوب جانتا ہے'' ---[طٰہٰ: ۷]

''اللہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور (اس کو بھی) جو سینوں میں چھپا ہے'' ---[المؤمن: ۱۹]

پس کس کی مجال کہ اُسے دھوکا دے۔

بعض لوگ بھولے بھالے اور سیدھے سادے آدمی کے لیے ''اللہ میاں کی گائے'' کا محاورہ استعمال کرتے ہیں، نیز روزمرہ زبان میں بھی لوگ ''اللہ میاں'' بولتے ہیں۔ یہ کلمہ اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''(اے رسول!) آپ کہہ دیجیے! تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو، جس نام سے بھی پکاروگے، اس کے سب ہی نام اچھے ہیں'' ---[بنی اسرائیل: ۱۱۰]

اللہ تعالیٰ کی ذات کو تعبیر کرنے کے لیے اسم ذات ''اللہ'' ہے، قرآنِ کریم میں اس کے صفاتی نام بھی مذکور ہیں، مثلاً: ''اَلْمَلِکُ، اَلْقُدُّوْسُ، اَلسَّلَامُ، اَلْمُؤْمِنُ، اَلْمُهَيْمِنُ، اَلْعَزِيْزُ، اَلْجَبَّارُ، اَلْمُتَكَبِّرُ، اَلسَّتَّارُ، اَلْغَفَّارُ، اَلرَّؤُفُ، اَلرَّحِيْمُ، اَلْكَرِيْمُ، سُبْحٰنَ اور دیگر اسمائے مقدسہ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو تعبیر کرنے کے لیے جو بھی اسماء، صفات اور کلمات استعمال کیے جائیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کے شایانِ شان ہوں۔

''میاں'' اور ''سائیں'' ایسے کلمات اللہ تعالیٰ کی ذات کے شایانِ شان نہیں ہیں، خواہ ان کو استعمال کرنے والے کی نیت اچھی ہی ہو، لیکن ان کے معانی میں اہانت کا پہلو موجود ہو، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے اسمِ جلالت کے ساتھ ان کلمات کا استعمال درست نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ، اللہ جل شانہٗ اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ یا باری تعالیٰ کے کلمات استعمال کرنے چاہییں۔ ذیل میں ہم کتبِ لغت کے حوالے سے لفظ ''میاں'' اور ''سائیں'' کے معانی درج کر رہے ہیں:

میاں: اردو زبان میں شوہر، خواجہ سرا، ایک کلمہ جس سے برابر والے یا اپنے سے کم درجہ شخص کو خطاب کرتے ہیں، بیٹا وغیرہ معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

سائیں: خاوند، فقیر، بھکاری اور دیگر معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ [قائد اللغات، فیروز اللغات]

آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ یہ معانی اللہ کے شایانِ شان نہیں ہیں، ان میں سے بعض معانی ایسے ہیں جو ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے نقص اور اہانت کا پہلو رکھتے ہیں۔ لہٰذا ہماری رائے میں ''اللہ میاں'' اور ''اللہ سائیں'' ایسے کلمات بولنے سے احتراز کرنا چاہیے اور اپنے گھروں، دفاتر، مجالس اور بچوں کے ساتھ گفتگو میں اللہ کا نام لیتے وقت اسی احتیاط پر عمل کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی شانِ جلالت بلند ترین ہے، وہ ہر نقص، عیب اور کمزوری سے پاک ہے، فرمایا:

❶...... ''آپ کا رب جو بڑی عزت والا ہے، ہر اس عیب سے پاک ہے جو وہ بیان کرتے ہیں'' --- [الصافات: ۱۸۰]

❷...... ''اور سب سے اچھے نام اللہ ہی کے ہیں تو اسے ان (ہی) ناموں سے پکارو اور انہیں چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں راہِ حق سے انحراف کرتے ہیں'' --- [الاعراف: ۱۸۰]

اللہ جھوٹ نہ بلوائے: بعض لوگ اپنی صداقت کا یقین دلانے کے لیے یہ کلمہ بولتے ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کے لیے اہانت کا پہلو نکلتا ہے، اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ! اللہ جھوٹ بھی بلواتا ہے، اللہ ہرگز جھوٹ نہیں بلواتا، بندہ خود جھوٹ بولتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

❶...... ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ رہو'' --- [التوبۃ: ۱۱۹]

❷...... ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو'' --- [الاحزاب: ۷۰]

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو ''اِضلال'' (گمراہ کرنے) کی نسبت ہے، اس کا صحیح مفہوم سمجھنے کی ضرورت ہے، فرمایا:

❶...... ''اور جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے، اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہے'' --- [الاعراف: ۱۸۶]

❷...... ''اور انہوں نے جو گناہ کیے تھے، ان کی سزا ان کے سامنے آجائے گی اور وہ عذاب ان کا احاطہ کرلے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے'' - [الزمر: ۴۸]

کسی بھی فعل کا کاسب اور فاعل بندہ خود ہوتا ہے، جب وہ کسی کام کے کرنے کا عزم کرلیتا ہے اور ارادہ عمل میں ڈھلتا ہے تو تخلیق اللہ تعالیٰ کا کام ہے، قرآنِ کریم کی اس آیت کا مفہوم یہی ہے:

''اور اللہ نے تمہیں اور تمہارے اعمال کو پیدا کیا ہے'' --- [الصافات: ۹۶]

قرآنِ کریم نے ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے آداب تعلیم فرمائے ہیں کہ ہر نقص، ہر عیب اور ہر کمزوری کی نسبت بندہ اپنی طرف اور ہر کمال کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرے۔ چنانچہ فرمایا:

❶...... ''اور تم کو جو اچھائی پہنچتی ہے، سو وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے، وہ تمہاری اپنی ذات کی وجہ سے ہے'' --- [النساء: ۷۹]

❷...... ''اور تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے کرتوتوں کے سبب ہے اور بہت سی باتوں کو تو وہ معاف فرمادیتا

ہے"---[الشوری : ۴۰]

قتلِ ناحق جرم ہے، عیب ہے، لیکن قصاص میں قاتل کو قتل کرنا عدل ہے اور معاشرے کے لیے بقائے حیات کا سبب ہے، اس لیے فرمایا:

"اور اے عقل مند لوگو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے"---[البقرۃ:۱۷۹]

حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کو "علم لَدُنّی" یا "علم الاسرار" سکھانے کے لیے اس شرط کے ساتھ سفر میں اپنے ساتھ لیا کہ جو کچھ میں کروں گا، آپ اس پر سوال نہیں اٹھائیں گے۔ حضرت خضر نے اس دوران تین ایسے کام کیے جو ظاہری اعتبار سے شریعت کی نظر میں قابلِ گرفت تھے، چنانچہ حضرت موسیٰ صبر نہ کر سکے اور سوال اٹھالیا۔ آخر میں حضرت خضر نے ان کاموں کی حکمت بیان کرنے کے بعد کہا:

"اور میں نے یہ سب کچھ اپنی مرضی سے نہیں کیا، یہ ان کاموں کا راز ہے، جن پر آپ صبر نہیں کر سکے"---[الکہف: ۸۲]

یعنی یہ کام میں نے اللہ کے حکم سے کیے تھے اور ان کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی حکمت پوشیدہ تھی اور انہوں نے حضرت موسیٰ کو سوال کرنے سے منع اس لیے کیا تھا کہ نبی احکامِ شریعت کا مکلف ہوتا ہے اور شریعت کے ضابطے کے مطابق جو چیز قابلِ گرفت ہو، اس پر نبی کے لیے سوال کرنا اس کا منصبی فرض اور فطری امر ہے۔ لیکن چونکہ یہ تینوں کام بظاہر شریعت کی نظر میں قابلِ گرفت تھے، اس لیے خضر نے ان کی نسبت اپنی طرف کی۔

پس اللہ کی رضا اس میں نہیں کہ کوئی جھوٹ بولے، وہ تو جھوٹوں پر لعنت فرماتا ہے، جھوٹ بندہ خود بولتا ہے، یہ اس کی اپنی شامتِ اعمال ہے، لہٰذا "اللہ جھوٹ نہ بلوائے" کہنا، شانِ الوہیت میں بے ادبی ہے، جو لوگ سوچے سمجھے بغیر اس طرح کے کلمات بول دیتے ہیں، انہیں اس سے اجتناب کرنا چاہیے، بارگاہِ الوہیت کے ادب کا تقاضا یہی ہے۔

وزیر اعظم کی بے احتیاطی:

وزیر اعظم کی نیت پر ہمیں شبہ نہیں ہے، وہ نیک نیتی سے ریاستِ مدینہ کا نام لیتے ہیں اور بعض اوقات سیرتِ طیبہ کے حوالے دیتے ہیں، لیکن نہ وہ دین کی نزاکتوں کو سمجھتے ہیں اور نہ دین کے بارے میں ان کا مطالعہ وسیع ہے۔ ہم نے پہلے بھی ان کو اخلاص کے ساتھ مشورہ دیا کہ وہ وسیع مطالعے کے بغیر اپنی سیاست کے لیے دینی مقدسات کے حوالے نہ دیں۔ پیر کے دن انہوں نے ایک خطاب کے دوران رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے ایک انتہائی نامناسب کلمہ استعمال کیا، جس کی کوئی توجیہ کسی بھی درجے میں قابلِ قبول نہیں ہے۔ اس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے، حالانکہ اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے اردو زبان میں متبادل الفاظ موجود ہیں، مثلاً: "کفار نے آپ ﷺ کو شدید اذیت پہنچائی، آپ پر مظالم ڈھائے، آپ کو لہولہان کر دیا، وغیرہ"۔ ان کی کابینہ میں جناب پیر نور الحق قادری عالم دین ہیں، جنابِ شاہ محمود قریشی سجادہ نشین ہیں، جنابِ علی محمد خان درود شریف پڑھ کر گفتگو کا آغاز کرتے ہیں، اقتدار آنی جانی چیز ہے، ان حضرات کو چاہیے کہ وزیر اعظم کو نجی مجلس میں سمجھائیں کہ وہ مقدساتِ دین کے بارے میں غیر محتاط کلمات استعمال نہ کریں۔

کلمۂ اہانت میں نیت کا اعتبار نہیں ہوتا، شریعت کا حکم ظاہر پر لگتا ہے اور لوگ بھی زبان پر جاری ہونے والے الفاظ سے مثبت یا منفی تاثر لیتے ہیں، نیتوں کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ قرآنِ کریم نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں کوئی ذو معنی کلمہ استعمال کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ عالی ہر عیب سے پاک ہے، عام انسان کتنا ہی دانا و بینا کیوں نہ ہو، خطا سے مبرا نہیں ہے۔ آج کل لوگ اپنے سیاسی قائدین کے بارے میں اندھی عقیدت میں مبتلا ہو چکے ہیں، کوئی اصلاح کی نیت سے گرفت کرے یا مشورہ دے تو وہ بھی انہیں ناگوار گزرتا ہے۔ مسلمان کو جان لینا چاہیے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ مکرم سے وفا کا رشتہ کام آئے گا، یہ قائدین کسی کو بچانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں گے۔ یہ آپ کے سیاسی رہنما ہیں، دینی پیشوا نہیں ہیں، سیاسی امور میں آپ کو ان سے محبت کرنے اور ان کی جائز باتوں کی حمایت کرنے کا حق حاصل ہے، لیکن دینی اعتبار سے قابلِ گرفت باتوں کی حمایت کرنا اپنی عاقبت کو برباد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی اندھی عقیدت سے سب کو اپنی پناہ میں رکھے۔

❁❁❁

افکار اسلامی

حضرت مخدوم جہاں کی فقاہت: تحقیقی مطالعہ

مکتوبات وملفوظات کی روشنی میں

فقیہہ النفس مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی

"۔۔۔۔یہ خیال ہی خیال ہے کہ بغیر شریعت (فقہ) پر چلے ہوئے طریقت (تصوف) کا راستہ تم پر کھول دیا جائے گا۔ بغیر شریعت (فقہ) کے طریقت (تصوف) کام آنے والی نہیں اور بغیر طریقت حقیقت حاصل نہیں ہوسکتی۔ (مکتوب 56: ص 365) جب تک کوئی شریعت (فقہ) میں محقق نہ ہوگا طریقت (تصوف) سے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ (مکتوب 39: ص 384)۔۔۔۔"

لغت میں **فقہ** کے معنی سمجھنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں جہاں کہیں اس مادہ سے مشتق کسی لفظ کا استعمال ہوا ہے، وہاں اسی معنی میں ہوا ہے۔

(1) وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ: ہاں تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ (**بنی اسرائیل:**) (2) قَالُوْا یٰا شُعَیْبُ مَا نَفْقَهُ کَثِیْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ: بولے اے شعیب ہماری سمجھ میں نہیں آتیں تمہاری بہت سی باتیں (**ھود:**) (3) وَاحْلُلْ عُقْدَۃً مِّنْ لِّسَانِیْ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ: اور میری زبان کی گرہ کھول دے کے وہ میری بات سمجھیں۔ (**طٰہٰ:**) (4) فَمَالِ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ حَدِیْثًا: تو ان لوگوں کو کیا ہوا! کوئی بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔ (**النساء:**) (5) اُنْظُرْ کَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّهُمْ یَفْقَهُوْنَ: دیکھو ہم کیونکر طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں کہ ان کو سمجھ ہو۔ (**انعام:**) (6) قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ: بیشک ہم نے مفصل آیتیں بیان کردیں سمجھ والے کے لیے۔ (**انعام:**)

(7) لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا: وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں۔ (**الاعراف:**) (8) یَغْلِبُوْا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ: کافروں کے ہزار پر غالب آئیں گے اس لیے کہ وہ سمجھ نہیں رکھتے۔ (**انفال:**) (9) قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ کَانُوْا یَفْقَهُوْنَ: تم فرماؤ: جہنم کی آگ سب سے سخت گرم ہے، کسی طرح انہیں سمجھ ہوتی۔ (**توبہ:**) (10) وَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ: اور ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ (**توبہ:**) (11) صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ: اللہ نے ان کے دل پلٹ دیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔ (**توبہ:**) (12) وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا لَّا یَکَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلًا: ان سے ادھر کچھ ایسے لوگ پائے کہ کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے۔ (**کھف:**) (13) فَسَیَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا بَلْ کَانُوْا لَا یَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا: تو اب کہیں گے: بلکہ تم ہم سے جلتے ہو! بلکہ وہ بات نہ سمجھتے تھے۔ (**فتح:**) (14) ذٰلِکَ

بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ: اس لیے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں۔ (حشر:)(15)ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ کَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَفْقَھُوْنَ: یہ اس لیے کہ وہ زبان سے ایمان لائے پھر دل سے کافر ہوئے تو ان کے دلوں پر مہر کردی گئی تو اب وہ کچھ نہیں سمجھتے۔(منافقون:)(16)وَلٰکِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَایَفْقَھُوْنَ: مگر منافقوں کو سمجھ نہیں۔ (منافقون:)(17-19)وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ اَکِنَّۃً ان یفقھوہ: اور ہم نے ان کے دلوں پر غلاف کردیے ہیں کہ اسے نہ سمجھیں۔ (انعام:اسراء:؛کھف:57)

(20) فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔(توبہ:122)

متقدمین علمائے اسلام نے اپنی اصطلاح خاص میں اس لفظ کو معرفۃ النفس ما لھا وماعلیھا (نفع بخش اور ضرر رساں چیزوں کی معرفت) کے لئے استعمال کیا ہے، جس کی بنیاد پر علم کلام ہی کی طرح تصوّف بھی فقہ ہی کا حصّہ تھا۔متاخرین نے جب علم کی تقسیم کی اور ذرا ذرا سے فرق سے الگ الگ نام رکھے تو علم کلام ہی کی طرح علم تصوّف بھی فقہ سے الگ ہوگیا؛ اور اب یہ علم الحلال والحرام کے ساتھ خاص ہوا۔ فقہ کا اطلاق صرف اس علم پر ہونے لگا جس کے ذریعہ مکلّفین کے اعمال ظاہری کا فرض، واجب، سُنّت موکدہ، غیر موکدہ، مستحب۔مباح۔خلاف اولیٰ، مکروہِ تنزیہی، اسائت، مکروہ تحریمی اور حرام ہونا معلوم ہوسکے۔تصوّف ایسے اعمال باطنی سے متعلق رہا جو ظاہری اعمال کا نتیجہ ہوں اور ظاہری اعمال ان کے غمّاز۔گویا قیام وقرأت، رکوع وسجود اور قعود وخروج کا عامل، عاملِ فقہ ہے اور اس کے ساتھ حضور قلب بھی ہو تو عامل تصوف۔ صلّوا کمار أیتمونی اصلّی (تم لوگ نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو) کی تعمیل فقہ ہے اوراعبدِاللّٰہ کانّک تراہ (اللہ کی عبادت اس طرح کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو) کی تکمیل تصوّف۔مکتوبات صدی میں ہے:

شریعت(فقہ) میں توحید،طہارت،نماز، روزہ، حج ،جہاد، زکوٰۃ، اوردوسرے احکام شرائع ومعاملات ضروری کا بیان ہے۔ طریقت (تصوف) کہتی ہے کہ ان معاملات کی حقیقت دریافت کرو، ان مشروعات کی تہ تک پہنچو، اعمال کو قلبی صفائی سے آراستہ کرو، اخلاق کو نفسانی کدورتوں سے پاک کرو: جیسے ریاکاری ہے، ہوائے نفسانی ہے، ظلم وجفاہے، شرک وکفر ہے وغیرہ وغیرہ۔۔۔اچھا !اس طرح نہ سمجھے ہو تو یوں سمجھو کہ ظاہری طہارت، ظاہری تہذیب سے جس امر کو تعلق ہے، وہ شریعت (فقہ) ہے۔ تزکیۂ باطن وتصفیۂ قلب سے جس کو لگاؤ ہو، وہ طریقت (تصوف) ہے۔ کپڑے دھوکر ایسا پاک بنالینا کہ اس کو پہن کر نماز پڑھ سکیں یہ فعل شریعت (فقہ) ہے اور دل کو کدورت بشری سے پاک رکھنا یہ فعل طریقت (تصوف) ہے۔ ہر نماز کے لئے وضو کرنے کو شریعت (فقہ کا ایک کام سمجھو اور ہمیشہ باوضو رہنے کو طریقت (تصوف) کا دستور العمل تصور کرو۔ نماز میں قبلہ رو کھڑا ہونا شریعت (فقہ) ہے اور دل سے اللہ کی طرف متوجّہ ہوجانا طریقت (تصوف) ہے۔حواس ظاہری سے جن معاملات دینی کا تعلق ہے اس کی رعایت ملحوظ رکھنا شریعت (فقہ) ے اور جن معاملات دینی کو قلب وروح سے تعلق ہے اس کی رعایت کرنا طریقت (تصوف) ہے۔(مکتوب25:ص192)

اس اعتبار سے فقہ ایوان تصوف کا زینہ۔ یا۔کتاب معرفت کا اب ت ث قرار پایا، جس کے بغیر تصوف ومعرفت

تک رسائی ممکن ہی نہیں۔مکتوبات صدی ہی میں ہے:

جوشخص طریقت (تصوف) کی راہ کا طلب گار ہواس کے پاس شریعت (فقہ) کی پونجی ہونا ضرور چاہیے تاکہ قصبۂ شریعت(فقہ) سے شہر طریقت(تصوف) میں پہونچے۔ طریقت میں جہاں قدم درست ہوا مُلک حقیقت میں پہنچ جانا آسان ہے۔جس نے علم شریعت (فقہ) ہی کونہیں سمجھاہے وہ طریقت (تصوف) کو کیا پہچانے گا؟اور جب طریقت ہی سے شناسائی نہیں ہےتو حقیقت تک کیوں کر رسائی ہوسکتی ہے؟ اس لئے بے علم ومعرفت اور ناواقفِ شریعت (فقہ) کو اس راہ پر چلنے کی اجازت نہیں۔اگر اپنی خودرائی سے کوئی ایسا کرے گا تو بھٹک کر رہ جائے گا اور اسی چکّر میں اس کی جان بھی چلی جائے گی۔ بالکل ناممکن ہے کہ وہ منزل مقصود تک پہنچ سکے۔ (مکتوب23:ص176)

یہ خیال ہی خیال ہے کہ بغیر شریعت (فقہ) پر چلے ہوئے طریقت (تصوف) کا راستہ تم پر کھول دیا جائے گا۔بغیر شریعت (فقہ) کے طریقت (تصوف) کام آنے والی نہیں اور بغیر طریقت حقیقت حاصل نہیں ہوسکتی۔(مکتوب56:ص365)

جب تک کوئی شریعت (فقہ) میں محقق نہ ہوگا طریقت (تصوف) سے اس کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ (مکتوب39:ص384)

تصوف تو بہت دور کی چیز ہے، فقہ کے بغیر عام اسلامی زندگی کا بھی تصور نہیں کیا جاسکتا۔ سچ پوچھیے تو ایک مسلمان کو بحیثیت مسلمان کسی بھی حال میں فقہ کے بغیر چارہ نہیں ـــــ جب ایک عام مسلمان کو اس کے بغیر چارہ نہیں تو اہلِ معرفت صوفیائے کرام جو خواص ہیں، وہ اس کے بغیر کیسے اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکتے ہیں؟اس لئے اُن کا ارشاد ہے:من تصوّف ولم تفقّہ فقد زندق (ترجمہ)جو فقہ کے بغیر تصوف میں لگے گا زندیق ہوجائے گا'' خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایاہے :المتعبّد من غیر فقہ کالحمار فی الطاحون (ترجمہ)فقہ کے بغیر عبادت کی کلفت اُٹھانے والا چکّی کے گدھے کی طرح ہے'' دوسری حدیث میں ارشاد ہے: فقیہ واحد اشد علیٰ الشیطان من الف عابد (ترجمہ)شیطان کے لئے ہزار عبادت گذاروں کی بہ نسبت ایک فقیہ زیادہ گراں ہے۔''

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحیٰ منیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے سرخیل صوفیا تھے،جن سے ایک جہاں نے فیض پایا ہے اور سیکروں صوفیا نے استفادہ کیا ہے۔حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ جیسی بزرگ ہستی نے ان کے مزار پر چلہ کشی کی ہے اور مستفید ہوئے ہیں۔بھلا آپ اس سے کیسے کنارہ کش رہ سکتے تھے!اس لئے آپ نے تصوف سے پہلے فقہ کی تحصیل میں عمر کا ایک بڑا حصّہ (22 سال)صرف کیا،اور ابوتوامہ جیسے فاضل روزگار وفقیہ وقت سے اس کی تحصیل کی ۔اس کے بعد تصوف کے میدان میں قدم رکھا اور بیشتر معاصرین پر سبقت لے گئے۔آپ نے اپنے مریدین ومسترشدین کے لئے جو ملفوظات ارشاد فرمائے اور مکتوبات لکھے اُن میں جابجا فقہ پر عمل پیرا ہونے کی سخت تاکید،مسائل کے استخراج واستنباط اور افتا کے اصول وقواعد کی جھلکیاں۔نیز مفتیٰ بہ مسائل کا بیان ملتا ہے۔جن سے آپ کے نزدیک فقہ پر عمل کی اہمیت،مسائل فقہ پر آپ کا عبور نیز آپ کی فقہی بصیرت اور ایک گونہ مجتہدانہ شان نمایاں ہوتی ہے۔

فقہ پر عمل کی اہمیت:

حضرت مخدوم جہاں رحمۃ اللہ علیہ نے تمام مسلمانوں کو عموماً اور اپنے منتسبین ومعتقدین کو خصوصاً ہر ہر قدم پہ فقہ پر عمل پیرا ہونے کی جو تاکید فرمائی ہے اور اس کی اہمیت سے انہیں آگاہ

کیا ہے، وہ ان کے مکتوبات وملفوظات کے ورق ورق سے عیاں ہے۔ یہاں ہم قاضی شمس الدین کے نام لکھے ہوئے مکتوبات سے کچھ تلخیص پیش کر رہے ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مخدوم جہاں کے نزدیک فقہ پر عمل پیرا ہونا کتنا ضروری ہے اور اس کی کیا اہمیت ہے؟ حضرت مخدوم جہاں رحمۃ اللہ علیہ ایک مکتوب کے اندر نماز سے متعلق فرض، واجب اور سنت ہی کا التزام نہیں، مستحبات تک کی رعایت کے بارے میں فرماتے ہیں:

معلوم ہونا چاہیے کہ جب ایمان کامل ہوگیا اور توبہ درست ہوگئی تو مرید کو چاہیے کہ:

(۱) ہمیشہ باوضو رہے ہرگز ہرگز ایک ساعت بے وضو نہ رہے۔

(۲) ہر وضو کے بعد دو رکعت تحیۃ الوضو ضرور ادا کرے، اس کو فوت نہ ہونے دے۔

(۳) پانچوں وقت کی نماز باجماعت ادا کرے ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتا رہے۔

(۴) نماز فرض مسجد میں ادا کی جائے اور نماز نفل گھر میں۔

(۵) رات رہتے صبح کے قبل بیدار ہو، اور بعد وضو شکرانہ ٔوضو کی نماز پڑھ کر سو بار کہے: استغفر اللّٰہ من الذنوب کلھا صغیرھا وکبیرھا سرّھا وجھرھا۔ اللّٰھم اغفرلی برحمتک۔ (ترجمہ) میں خدا سے اپنے چھوٹے بڑے ظاہر اور چھپے تمام گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے اپنی رحمت سے بخش دے۔

(۶) جب صبح صادق ظاہر ہو، دو رکعت نماز سنت فجر ادا کرے۔ سنت کے بعد یہ دعا پڑھے: اللّٰھم انی اسئلک رحمۃ من عندک تھدی بھا قلبی (ترجمہ) اے اللہ! میں تجھ سے تیری اس رحمت کا طلبگار ہوں جو میرے دل کو تیری راہ پر چلاتا رہے'' اور ستر بار کہے: استغفر اللّٰہ الذی لاالہ الا ھو الحی القیوم۔ اللّٰھم انی اسئلک التوبۃ۔ (ترجمہ) میں اللہ کی بارگاہ میں استغفار کرتا ہوں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی حی و قیوم ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے توبہ کی توفیق چاہتا ہوں۔

(۷) اس کے بعد نماز فجر بحضور قلب اور باجماعت ادا کرے۔

(۸) جب آفتاب نکل کر تھوڑا بلند ہو جائے، دو رکعت نماز اشراق پڑھا کرے، کم سے کم اشراق کا یہ درجہ ہے۔

(۹) جب آفتاب بہت زیادہ بلند ہو جائے، دو رکعت نماز چاشت ادا کرے۔

(۱۰) جب نماز ظہر کا وقت آجائے تو طہارت کرے، پہلے چار رکعت سنت پڑھے، اس کے بعد فرض ادا کرے، پھر دو رکعت سنت پڑھے۔

(۱۱) جب عصر کا وقت آجائے تو مزید چار رکعت سنت ادا کرے، بعد اس کے چار رکعت فرض پڑھے۔

(۱۲) پھر نماز مغرب کی تیاری کرے، پہلے تین رکعت فرض، اس کے بعد دو رکعت سنت پڑھے۔

(۱۳) اس کے بعد بیس رکعت صلوۃ اوابین ادا کرے، اگر ممکن ہو تو بیسوں رکعت پڑھا کرے ورنہ جس قدر ہو سکے مقرر کرے۔

(۱۴) جب عشا کی نماز کا وقت آئے، چار رکعت سنت، پھر چار رکعت فرض ادا کرے، اور دو رکعت سنت پڑھے۔ وتر کو آخر شب کے لئے اٹھا رکھے، اگر اٹھ جانے پر قادر ہو اور جاگنے کا اعتماد ہو اور سمجھتا ہو کہ نیند ضرور ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر خوف سوتے رہ جانے کا ہو تو عشاء کے ساتھ ساتھ وتر پڑھ لے۔ (مکتوبات صدی مترجم: مکتوب:28)

انہی قاضی شمس الدین کے نام ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:

مرید کے مرتبوں میں پہلا مرتبہ شریعت (فقہ) کا راستہ ہے۔ جب مرید شریعت (فقہ) کے احکام کی شرطوں پر قائم رہ کر چلتا رہا اور شریعت (فقہ) کے حدود کی پوری حفاظت کی، پھر ہر طرح اس کا حق بھی ادا کیا تو اب چاہیے کہ وہ اپنی ہمت کو بلند رکھے تا کہ شریعت (فقہ) کا حق ادا کرنے کی برکت سے اور عالی ہمتی کے طفیل طریقت (تصوف) اپنا جلوہ دکھائے۔ یہ خیال ہی خیال

ہے کہ بغیر شریعت (فقہ) پر چلے ہوئے طریقت (تصوف) کا راستہ کھول دیا جائے گا۔ بغیر شریعت (فقہ) کے طریقت (تصوف) کام آنے والی نہیں ہے۔ (مکتوبات صدی: مکتوب: 56)

حضرت مخدوم جہاں رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خاص اسلوب یہ ہے کہ آپ حتی الامکان امر و حکم کے پیرایہ سے گریز کرتے ہوئے ترغیب و تحریص کا انداز اپناتے ہیں۔ اس لئے عام طور پر قرآن و حدیث کے پہلو بہ پہلو بزرگان دین کے حالات و واقعات بھی بکثرت بیان فرماتے ہیں۔ قاضی شمس الدین کے نام ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

اگر بزرگوں کے معاملات پر غور کرو تو سمجھو کہ شریعت کے ساتھ ان کے کیا آداب رہے ہیں؟ مرتے دم بھی آداب شریعت سے منہ نہیں موڑتے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا جب وقت اخیر ہوا، ضعف کا عالم طاری تھا، حسب حکم ایک صاحب وضو کرانے میں مشغول ہوئے۔ عجب اتفاق کہ وہ صاحب رِیش مبارک میں خلال کرانا بھول گئے، آپ نے خود سے ان کا ہاتھ پکڑا اور اس سُنّت کو پورا کیا

حاضرین نے عرض کی :اے میرے دین کے سردار! ایسے نازک وقت میں اس قدر تکلیف کی حاجت نہیں۔ آپ نے کہا: سچ ہے، مگر یہ بھی تو دیکھو کہ اللہ کس کی بدولت ملا؟ اسی شریعت (فقہ) ورزی نے وہاں تک پہونچایا'' جو اہل کمال ہوتے ہیں ان کی یہی روش رہی ہے۔ (مکتوبات صدی: مکتوب: 17)

ایک اور مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

تم اپنا عقیدہ ان بزرگانِ دین کی طرف سے بہت پاک و صاف رکھو اور دل میں سمجھو کہ یہ حضرات کبھی خلاف شریعت (فقہ) کوئی کام نہیں کرتے۔ جو شخص آداب شریعت (فقہ) سے ایک ادب بھی ترک کرنا پسند نہ کرے، وہ فرض و واجب کیوں کر ترک کرے گا؟ سیکڑوں حکایتیں آداب شریعت (فقہ) میں ان بزرگان دین کی اس قدر مشہور و معروف ہیں کہ زیادہ بیان کی ضرورت نہیں۔ ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ: ہم خدا سے عمرِ ابدی چاہتے ہیں تا کہ تمام خلق بہشت کے ناز و نعمت میں مشغول رہے اور ہم دنیا کے بلاؤں میں گرفتار رہ کر آداب شریعت (فقہ) میں ثابت قدمی کی منزلیں طے کرتے رہیں ''سچ ہے : شریعت (فقہ) کی قدر جو یہ بزرگان دین جانتے ہیں، کوئی کیا جانے گا؟ اور آداب شریعت (فقہ) کا جو ان کو خیال ہے، کیا کسی کو خیال ہوگا؟ اللہ اکبر! اتنی بڑی دولت آخر کس کے طفیل ان کو ملی ہے؟ اسی پاک شریعت (فقہ) کے طفیل میں۔

(مکتوبات صدی: مکتوب: 26)

بعض مدعیان تصوف جو شیطان کے بہکاوے میں آ کر فقہ پر عمل پیرا ہونے کو ضروری نہیں سمجھتے اور اس سے اعراض کرتے ہیں، ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

افسوس کے قابل ان لوگوں کی حالت ہے جو شریعت (فقہ) کی راہ کی پرواہ نہیں کرتے اور اہل حقیقت (تصوف) بن بیٹھے ہیں۔ دعوی ان کا یہ ہے کہ جب حقیقت منکشف ہوگئی تو شریعت (فقہ) کی ضرورت کیا باقی رہی؟ نعوذ باللہ من ذلک! یہ مذہب ملحدانہ ہے۔ ایسے مذہب و اعتقاد پر خدا کی پھٹکار ہو۔ (مکتوبات صدی: 26)

ایک دوسرے مکتوب میں فرماتے ہیں:

جس شخص کو ایسا دیکھو کہ مدّعیٔ طریقت (تصوف) ہو کر شریعت (فقہ) کے موافق نہیں چلتا تو سمجھ لو کہ اس کو طریقت (تصوف) سے کچھ حاصل نہیں ہونے والا

ہے، اس لئے **اسفل السافلین** میں جا گرا ہے کہ اوپر آنا اس کا دشوار ہے۔ یہ مذہب تو ملحدوں کا ہے کہ طریقت (تصوف) کا قیام بغیر شریعت (فقہ) کے وہ جائز رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب حقیقت منکشف ہوتی ہے تو شریعت (فقہ) کی پابندی باقی نہیں رہتی ہے۔ ایسے اعتقاد پر خدا کی پھٹکار (مکتوبات صدی: مترجم مکتوب 28)

اصول استنباط اور قواعد افتا:

حضرت مخدوم جہاں رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات و مکتوبات میں استنباط مسائل کے جو اصول اور افتا کے قواعد مذکور ہوئے ہیں، وہ آپ کے علم فقہ میں راسخ ہونے کا واضح پتہ دے رہے ہیں۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ فقہ کا پہلا مصدر و ماخذ کلام الٰہی (قران) ہے، اس لئے فقیہ کے لئے لازم ہے کہ سب سے پہلے وہ قران کریم میں مسئلہ کی جستجو کرے۔ وہاں دستیاب ہو جائے تو کہیں اور خاک چھاننے کی ضرورت نہیں، مگر قران کریم اپنے اعجاز و ایجاز بیانی کی وجہ سے جہاں آیات محکمات رکھے ہوئے ہے وہیں متشابہات بھی۔ جہاں اس کے سرِ بالا پر مفسرّ ات کا زرّیں تاج ہے وہیں اس میں مشکلات کی بخیہ گری بھی ہے۔ جہاں اس کے رخِ روشن سے ظواہر کی شعائیں پھوٹ رہی ہیں وہیں اس کے کاکل مشکیں سے خفیات کا ملگجا بھی معلوم پڑتا ہے۔ جہاں اس کے قدِ موزوں پر خاص وعام کی حسین قبا ہے وہیں اس میں مشترک و ماٴ وّل کا استر بھی لگا ہے۔ اسی لئے بغیر واسطۂ رسالت محض لغت و عقل کے سہارے اس کے گوہر مراد تک رسائی کی کوشش بھی گمرہی کے سوا کچھ نہیں۔ خود قران کا اعلان ہے: یضل بہ کثیرا۔ قران پڑھ کر بہت سے لوگ گمراہ بھی ہو جاتے ہیں۔

اسی وجہ سے فقہ کا دوسرا ماخذ حدیث رسول ہے۔ قران کا ارشاد ہے: مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو (حشر: ۷) مگر حدیث کی روایت کرنے والے خواہ عدالت کے پیکر صحابہ ہی کیوں نہ ہوں بہر حال انسان ہی ہیں ان سے بھی کسی لفظ کا معنی کچھ سے کچھ سمجھ جانا۔ یا۔ سہو و نسیان ہو جانا ناممکن نہیں، جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت قیس کی روایت کردہ ایک حدیث کے تعلق سے فرمایا ہے: لاندع کتاب ربّنا وسنّة نبيّنا بقول امرأة لاندری اصدقت ام کذبت احفظت ام نسیت۔ ہم ایک عورت کے کہنے پر اپنے رب کی کتاب اور نبی کی سُنّت کو چھوڑ نہیں دیں گے۔ پتہ نہیں کہ اس کی یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔ اسے صحیح صحیح یاد بھی ہے یا بھول گئی ہے (نورالانوار: ص 185) اس لئے امام بخاری کے استاذ الاساتذہ امام ابن عیینہ جیسے محدث جلیل کو کہنا پڑا: الاحادیث مضلة الاللفقہا۔ غیر فقیہ حدیث سے استدلال کرے تو گمراہ ہو جائے۔ حضرت مخدوم جہاں فرماتے ہیں کہ:

> علم احادیث مشکل علمے است۔ جملہ اقسام کتاب دراں موجود است۔ تا آں جملہ ندانند، معنیٔ یک حدیث نتوانند گفت۔ معنیٔ حدیث کسے تواند گفت کہ برمعانیٔ کتاب حاوی باشد۔ اگر حدیثے او را پیش آید، آں را بکتاب مقابلہ کند۔ اگر با کتاب برابر یابد قبول کند واگر مخالف یابد رد کند۔ پس کسے کہ معنیٔ کتاب نداند، مقابلہ بچہ کند؟

(ترجمہ):۔ احادیث کا علم بہت ہی مشکل علم ہے قران کے سارے اقسام اس میں موجود ہیں۔ جبتک ان سب کو نہ جانے کوئی صحیح معنی میں ایک حدیث کی مراد نہیں بتا سکتا۔ حدیث کا معنی وہی بتا سکتا ہے جو قران کے علوم پر حاوی ہو۔ جب حدیث سامنے آئے تو ضروری ہے کہ اسے کتاب اللہ پر پیش کرے۔ اس کے مطابق ہو تو قبول کرے ورنہ چھوڑ دے۔ جو شخص کتاب اللہ کے معنی نہ جانے گا وہ کس پر پیش کرے گا؟ (خوان پر نعمت: ص 16)

اسی طرح جب آیات یا احادیث بظاہر ایک دوسرے کی مخالف ومعارض ہوں۔ یا۔ بداہت عقل۔ یا۔ مسلمہ عقیدہ کے خلاف نظر آتی ہوں تو فقیہ کی پہلی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ان میں تطبیق وتوفیق دے اور ہر ایک کا اپنا اپنا محمل بتائے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:من زنی بامرأة ثم نکحہا فہما زانیان ابداََ۔ جوکسی عورت سے زنا کرکے اس سے نکاح کرلے تو زن وشوہر ہمیشہ زنا کار ہی رہیں گے۔ یہ بات بظاہر عقل وشرع دونوں کے خلاف معلوم ہوتی ہے، مگر حضرت مخدوم جہاں نے اس کی جو خوبصورت تاویل فرمائی ہے ملاحظہ کیجیے:

> بندگی مخدوم عظمہ اللہ فرمود کہ فعل زنا کہ ازایشاں قبل نکاح در وجود آمدہ است، آں حرام است۔ بعد از نکاح آں فعل زنا حلال نمی شود۔ چوں آں فعل زنا بعد نکاح برنمی خیزد، پس ایشاں موصوف باشند بصفت زنا ابداََ۔ امّا اگر توبہ کند بہ توبہ رفع اثمی شود، نہ رفع آں عین فعل زنا؟ تا اگر نزد یک قاضی زنائے ایشاں معلوم شود بزنند اگرچہ ایشاں توبہ کردہ اند۔ (ترجمہ) مخدوم جہاں نے فرمایا: حدیث کا معنی یہ ہے کہ نکاح کے بعد بھی قاضی کے ہاں ان کا وہ زنا شرعی طور پر ثابت ہوجائے تو وہ حد جاری کریں گے۔ کیونکہ زنا کا ارتکاب جو آج کے ان زن وشوہر نے نکاح سے پہلے کیا ہے وہ حرام تھا تو نکاح کر لینے کے بعد وہ فعل حرام، حلال نہیں ہوگیا، بلکہ حرام ہی رہا۔ اور وہ لوگ نکاح کے بعد بھی اُس فعل زنا کی وجہ سے زنا کار ہی رہے۔ توبہ کرلے تو توبہ کی وجہ سے گناہ معاف ہوجائے گا یہ نہیں کہ فعلِ زنا فعلِ زنا نہیں رہے گا۔ (خوان پر نعمت:ص 27-28)

حدیث میں ہے کہ:تنزل البرکۃ فی وسط الطعام فکلوا من حافیہ ولاتأکلوا من وسطہ۔ کھانے کے بیچ میں برکت اُترتی ہے اس لئے بیچ سے نہ کھاؤ، سائڈ سے کھایا کرو۔ بظاہر اس کے برخلاف حضرت ابن عباس کا یہ فرمان ہے کہ: انّا أٰکل وسط الطعام وقال أکل البرکۃ ولا ادعہا ۔ میں بیچ ہی سے کھالیتا ہوں، میں برکت کو کھالیتا ہوں اسے چھوڑ نہیں دیتا۔ حدیث رسول معلوم ہوتے ہوئے بھی حضرت ابن عباس جیسے صحابیٔ رسول کا عمل ہی اس کے خلاف نہیں، بلکہ جرأت ودلیری بھی کیا متصور ہونے کی چیز ہے؟ مگر حضرت مخدوم جہاں نے کس طرح تطبیق وتوفیق دے کر اسے دیدنی بنادیا ہے، دیکھئے: فرماتے ہیں:

> آں جائے فرمودہ باشد کہ از ہر دو کنارہ اول خوردہ باشد بعدہ وسط ہم۔ (ترجمہ) حضرت ابن عباس نے یہ اس موقع پر فرمایا ہوگا جب سائڈ سے کھانا کھالیا ہوگا۔ (مخ المعانی ۱۲)

قواعد افتا:

جس طرح فقیہ کی ذمّہ داری ہے کہ احادیث میں بظاہر تخالف وتعارض ہو تو وہ ہر ایک کا جداگانہ محمل تلاش کر کے ان کے درمیان تطبیق وتوفیق دے۔ اسی طرح کوئی مسئلہ قران وحدیث میں مصرح یا اجماعی نہ ہو، ائمۂ مجتہدین نے اپنے اپنے اجتہاد کی روشنی میں الگ الگ حکم بتایا ہو تو ایک مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ فتوی دینے میں صرف اپنے مذہب کی فقہی کتاب سے عبارت نقل کردینے پر اکتفانہ کرے، بلکہ زمانہ کے تقاضے، مقام سوال کا عرف وتعامل اور وہاں کے مسلمانوں کے حالات کو پیش نظر رکھ کر فتوی دے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے فتوی کے مطابق شریعت پر عمل پیرا ہونا ہی دشوار ہوجائے۔ اس سلسلہ میں حضرت مخدوم جہاں کی ہدایت ملاحظہ ہو:

> عرض داشت کہ یتغیر الفتویٰ بتغیر الزمان ایں مطلق است؟ فرمود: آرے کہ در عصر اول فتویٰ بہ چیزے دادہ اند کہ آں برخلق در عصر ثانی

وثالث تشدید است وآں مجتہد فیہ است ایں چنیں فتویٰ درعصر ثانی وثالث بگردد یتغیر الفتوی بتغیر الزمان ایں جامحمول است۔
(ترجمہ) آپ سے سوال ہوا کہ: زمانہ کے بدلنے سے فتویٰ بدل جانے کا حکم کیا مطلق ہے؟ تو ارشاد ہوا کہ: ہاں! مختلف فیہ مسئلہ میں پہلے زمانہ کے فتوی کے مطابق دوسرے زمانہ میں یا دوسرے زمانہ کے فتویٰ کے مطابق تیسرے زمانہ میں عمل کرنا دشوار ہو جائے، تو وہ فتویٰ دوسرے، تیسرے زمانوں میں بدل جائے گا۔" زمانہ کے بدل جانے سے فتوی بدل جاتا ہے" کا مطلب یہی ہے۔ (خوان پر نعمت ص ۱۵)

حضرت مخدوم جہاں نے صرف اصول فتویٰ بتانے ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ اس کا عملی ثبوت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

درسنارگاؤں ہم یکبارگی متعلمان درخوردن چونہ شغب آغاز کردند کہ حرام است زیرا کہ صدف از اجزائے حشرات بحرست وحشرات بحر حرام است پس چونہ ہم حرام باشد۔ شورے در سنارگاؤں افتاد۔ بامراد ملوک خبر رسید کہ متعلمان خوردن چونہ حرام می گویند ایشاں ہم متردد شدند کہ بخوریم یانہ؟ مفتیاں راجمع کردند۔ مفتیاں ہم گفتند کہ چندیں ہزار خلق دریں مبتلا است، پس درآنچہ خلق مبتلا باشد اگر برحرمت آں جواب نویسم حکم کردہ باشم کہ چندیں مسلماناں حرام می خورند۔ بعدہ ہیچ کس برحرمت آں فتویٰ نہ نبشت۔ باز مولانا کریم الدین عرض داشت کہ فقاہت دریں چیست کہ ایشاں برحرمت آں جواب نہ نبشتند؟ گفتند: برائے آں کہ برخلق آسان آید زیرا کہ راہ اسلام ہمہ کشادہ است ہرچہ برخلق دشوار آید آں امر جائز نیست کہ برخلق بہ نہند، مگر آنکہ حرمتِ چیزے کہ بہ نص وکتاب ثابت شدہ باشد وخلق آں را آتی می شوند دراں مبتلا شد، چنیں چیز ہاروانہ باشد کہ برخلق آسانی گیرند۔۔۔۔ اما چیزے کہ درحد مجتہد فیہ رفتہ است وخلقے بداں مشغول ومبتلا اند برخلق آں رادشوار نہ گیرند چنانچہ آسانئ خلق باشد درآں چیز حکم کنند ہرچہ اجتہاد دراداں مدخل است فتویٰ بروجہے بہ نویسند کہ خلق راآسان باشد وحرجے برایشاں نہ رسد۔ وایں حکم از قرآن ثابت است قال اللہ تعالیٰ مَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ

(ترجمہ) سنارگاؤں میں طلبہ نے آواز اُٹھائی کہ سیپ سے بنا ہوا چونہ کھانا حرام ہے کیونکہ سیپ دریائی کیڑا ہے اور دریائی کیڑا کھانا حرام ہے۔ حکومت کے کارپردازوں کو اس کی اطّلاع ہوئی تو وہ بھی متردد ہوئے کہ کھائیں یا نہیں؟ مفتی حضرات بلائے گئے اور ان کے سامنے مسئلہ پیش ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ اس دیار کے ہزاروں ہزار مسلمان اس میں مبتلا ہیں اگر اس کی حرمت کا فتویٰ دیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ چونا کھانے والے سارے مسلمان حرام کھاتے رہے ہیں۔ مولانا کریم الدین نے عرض کی کہ کس فقہی قانون کے مطابق ان حضرات نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا؟ ارشاد فرمایا: اسلام کی راہ وسیع ہے جو چیز کتاب وسنّت میں منصوص نہیں ہے، **مجتهدفيه** ہے یعنی اجتہاد کو اس میں دخل ہے اور مخلوق اس میں مبتلا، تو قاعدہ یہ ہے کہ ایسا فتویٰ دیں کہ لوگوں کے لئے اس پر عمل پیرا ہونا آسان ہو۔ اور یہ قاعدہ قرآنِ کریم سے مستنبط ہے۔ ارشاد ربّانی ہے: مَاجَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّ يْنِ مِنْ حَرَجٍ (ترجمہ) اللہ نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی (الحج: ۷۸) (خوان پُرنعمت ص ۱۴)

مفتی کے لئے سب سے مشکل مرحلہ وہ ہوتا ہے جب

ایک ہی طرح کے دو مسئلوں کا حکم الگ الگ جائز وناجائز ہو۔ مخدوم جہاں ایسے مشکل مرحلہ سے کس حسین انداز سے سُرخ روہوکر نکلے ہیں ملاحظہ کیجئے:

اگرمرد بمرد وپہلوئے اوکسے نیست کہ اوراغسل دہدمگرزن او،اینجاحکم ہم چنین است کہ زن مرشوہرخودراغسل دہد۔واگرزن مردوپہلوئے اوکسے نیست،مگرشوہردریں صورت شوہرمرزن راغسل ندہد۔حکمت دریں چیست ؟فرمودبندگی عظمہ اللہ دریں صورت اول زن بعدنقل شوہردرعدت خواہدنشست ،وعدت حکمے ازاحکام نکاح است ۔پس ایں مقدارازنکاح میان ایشاں باقی باشد۔ پس چوں ایں مقدارازنکاح باقی باشد،ایں مقدارزوجیت میان ایشاں باقی باشد ۔وچوں زوجیت نیزمیان ایشاں باقی باشد،مقدارمحرمیت میان ایشاں باقی ماند۔ پس بحکم محرمیت زن شوہرراغسل دہد۔ بخلاف آنکہ زن مرد۔شوہربمردن اواززن بیگانہ می شود۔وبیگانہ رامساس زن بیگانہ جائزنہ۔پس شوہرغسل نہ دہد۔

(ترجمہ) شوہرکاانتقال ہوجائے اوروہاں کوئی مردنہ ہوتوحکم ہے کہ اس کوبیوی ہی غسل دے گی۔اس کے برخلاف بیوی کاانتقال ہوجائے اوروہاں کوئی عورت نہ ہوتوحکم ہے کہ شوہرغسل نہیں دے سکتا۔دونوں صورتوں میں وجہ فرق کیاہے؟ مخدوم جہاں نے ارشادفرمایا: شوہرکے انتقال پرعورت عدت میں رہتی ہے اورعدت نکاح کاحکم ہے تومعلوم ہواکہ ابھی نکاح باقی ہے ۔جب نکاح باقی ہے تووہ بیوی ہے لہٰذاغسل بھی دے سکتی ہے۔اس کے برخلاف بیوی کے انتقال سے شوہرپرعدت نہیں ہے۔توپتہ چلاکہ نکاح باقی نہیں ہے ،دونوں بالکل ہی اجنبی ہیں،اس لئے شوہرغسل نہیں دے سکتا۔(خوان پرنعمت:ص 61)

فتویٰ دینے کاحق کس کوہے اورمسلمانوں کوکس کے فتویٰ پرعمل درآمدکرناچاہیے؟ حضرت مخدوم جہاں نے اس سلسلہ میں جورہنمااصول بتائے ہیں اسے آج کے دورمیں بالخصوص سنہری حروف سےلکھ رکھنے کی ضرورت ہے۔فرماتے ہیں:

فرمود:کسانے کہ اصحاب دین اند ومعانیٔ کتاب خدائے تعالیٰ واحادیث رسول راواقف شدہ اندتوانند کہ بدانند ایں روایت کدام محل است وکجاصرف کنند دریں وقت حدیثے را اگر ازمفتیاں پُرسند درمانند واصل ہمیں بیش نیست تفسیرواحادیث مستحضرشدہ باشد توانندکہ احکام ہم ازاں گویندکہ احکام آں از قران وحدیث کشیدہ اند۔۔ سخن ایں چنیں کسانراچہ اعتبار اول ایں چنیں کسانراچہ اعتبار؟اول ایں چنیں کساں راسخن دران است کہ بارے روایت فہم می کنندسخن کہ قبول می کنندازصاحب صحیح دینی ومقتدائے ومعتمدے شنیدہ باشد آنگاہ قبول کند۔ امّا سخن ہرکسے راچہ اعتبار؟ ایں جاہمیں کہ ہدایہ وبزدوی خواندندمفتی شدندجواب فتویٰ نبشتن آغاز کردند۔اگرمسئلہ ازعقیدہ ومعرفت پُرسنددرمانند پس آنچنیں کساں راچہ اعتبار؟ ایشاں رافہم کجاودین ایشاں کجا؟

(ترجمہ) مخدوم جہاں نے ارشادفرمایا: جو حضرات اصحاب دین ہوں قران واحادیث کے معانی کی واقفیت بہم پہونچائی ہو۔جانتے ہوں کہ کس روایت کامحل کیاہے؟اوراس کاحکم کب ہے؟ تفسیرواحادیث مستحضر ہوں اوران سے احکام مستنبط کرسکتے ہوں،وہ فتوی دینے کے اہل ہیں۔ہرمولوی کےفتوے کاکیااعتبار؟ یہ لوگ پہلے روایت سمجھیں۔ہدایہ وبزدوی پڑھ کرمفتی نہ کہلانے لگیں۔ ان کاحال تویہ ہے کہ عقیدہ ومعرفت کاکوئی مسئلہ پوچھاجائےتوجواب نہ دے سکیں ،ایسے لوگوں کے فتوی کا کیا اعتبار ہو؟ (خوان پرنعمت ص ۱۵)

تَمَّتْ بِالْخَیْر

سیرت حلبیہ میں تحریف کا تنقیدی جائزہ

میثم عباس قادری رضوی

''سیرتِ حلبیہ'' کے اُردو ترجمہ میں مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کے پڑپوتے مولوی اسلم قاسمی دیوبندی کی شرمناک تحریف:

''سیرتِ حلبیہ'' جلداوّل میں ''باب:تسمیته صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم محمداً و أحمداً'' کے آخر میں میلادُ النبی کے متعلق عربی اقتباس کا مولوی اسلم قاسمی دیوبندی نے مکمل اُردو ترجمہ کرنے کی بجائے اس کی صرف ابتدائی دوسطروں کا اُردو ترجمہ کیا ہے، وہ بھی محض اس لیے کہ ان سطور میں قیامِ میلادِ مروجہ کو اپنی اصل کے لحاظ سے بدعت کہا گیا ہے، ذیل میں مولوی اسلم قاسمی دیوبندی کا کیا گیا نامکمل اور تحریف شدہ اُردو ترجمہ ملاحظہ کریں:

> ''لوگوں میں یہ عادت پھیل گئی ہے کہ جب آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کی ولادتِ مبارکہ کا حال سنتے ہیں تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کی تعظیم میں کھڑے ہوجاتے ہیں، یہ قیام یعنی کھڑا ہونا بالکل ایک بدعت ہے جس کی (شریعت میں) کوئی اصل نہیں ہے۔''

(سیرتِ حلبیہ، جلداوّل، نصف اوّل، صفحہ ۲۷۰، مطبوعہ دارالاشاعت، اردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی۔ مترجم: مولوی اسلم قاسمی دیوبندی، فاضلِ دیوبند)

دیوبندی مترجم نے اس کے متصل باقی عربی اقتباس کا اُردو ترجمہ اس لیے نہیں کیا کیونکہ اس میں حضرت علامہ حلبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ نے قیامِ میلاد کو بدعت، لیکن دیوبندیوں کی طرح قبیح بدعت نہیں بلکہ بدعتِ حسنہ یعنی اچھی بدعت قرار دیا ہے، جلیل القدر علمائے اسلام امام تقی الدین سبکی مصری، امام ابن حجر ہیتمی، امام ابوشامہ شیخ امام نوَوِی، امام سخاوی، امام ابن جوزی، اور امام سیوطی سے قیامِ میلاد و محفلِ میلاد کا جواز بیان کیا ہے، میلاد شریف منانے کو خیر و برکت کا سبب قرار دیا ہے اور بدعتِ حسنہ کے متعلق اہلِ سنت و جماعت کے موقف کی بھرپور تائید کی ہے جو دیوبندی مترجم سے برداشت نہ ہوسکی۔

ذیل میں ''سیرتِ حلبیہ'' سے میلاد شریف کے جواز پر مشتمل مکمل عربی اقتباس اور پھر اُس کا اُردو ترجمہ ملاحظہ کریں تاکہ میلاد شریف کے متعلق حضرت علامہ حلبی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کا مکمل موقف اور مولوی اسلم قاسمی دیوبندی کی بددیانتی اور شرمناک خیانت روزِ روشن کی طرح قارئین پر واضح ہوجائے۔:

''ومن الفوائد أنه جرت عادة كثير من الناس اذا سمعوا بذكر وضعه صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم أن يقوموا تعظيماً له صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم، وهذا القيام بدعة لا أصل لها: أى لكن هى بدعة حسنة، لأنه ليس كل بدعة مذمومة۔ وقد قال سيدنا عمر رضى اللّٰه تعالى عنه فى اجتماع الناس لصلاة التراويح: نعمت البدعة۔ وقد قال العز بن عبدالسلام: ان البدعة تعتريها الأحكام الخمسة، وذكر من أمثلة كل مايطول ذكره۔ ولا ينافى ذلك قوله صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم: "إياكم ومحدثات الأمور، فان كل بدعة ضلالة" وقوله صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّم: "من أحدث فى أمرنا۔ أى شرعنا۔ ماليس منه فهو رد عليه" لأن هذا عام أريد به خاص۔ فقد قال: امامنا الشافعى قدس اللّٰه سره: ماأحدث و خالف كتاباً أو سنةً أو اجماعاً أو اثراً فهو البدعة الضلالة، وماأحدث من الخير ولم يخالف شيئاً من ذلك فهو البدعة المحمودة۔ وقد وجد القيام عند ذكر

اسمه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم من عالم الأمة ومقتدى الأئمة ديناً و ورعاً الامام تقى الدين السبكى، وتابعه على ذلك مشائخ الاسلام فى عصره، فقدحكى بعضهم أن الأمام السبكى اجتمع عنده جمع كثير من علماء عصر فأنشدمنشدقول الصرصرى فى مدحه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم:

قليل لمدح المصطفى الخط بالذهب
على ورق من خط أحسن من كتب
وان تنهض الأشراف عند سماعه
قياماً صفوفاً أوجثياً على الركب

فعند ذلك قام الامام السبكى رحمه الله وجميع من فى المجلس، فحصل أنس كبيربذلك المجلس، ويكفى مثل ذلك فى الأقتداء۔

وقد قال ابن حجر الهيتمى: والحاصل أن البدعة الحسنة متفق على ندبها، وعمل المولد واجتماع الناس له كذلك أى بدعة حسنة، ومن ثم قال الامام أبو شامة شيخ الامام نووى: ومن أحسن ماابتدع فى زماننامايفعل كل عام فى اليوم الموافق ليوم مولده صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم من الصدقات والمعروفات واظهارالزينة والسرور، فان ذلك مع مافيه من الاحسان للفقراء مشعربمحبته صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم وتعظيمه فى قلب فاعل ذلك، وشكر الله على مامنّ به من ايجادرسوله الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم أرسله رحمة للعالمين، هذا كلامه۔

قال السخاوى: لم يفعله أحدمن السلف فى القرون الثلاثة، وانماحدث بعد، ثم لازال أهل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الكبار يعملون المولد، ويتصدقون فى لياله بأنواع الصدقات، ويعتنون بقراءة مولده الكريم، ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم۔

قال ابن الجوزى: من خواصه أنه أمان فى ذلك العام، وبشرى عاجلة بنيل البغية والمرام۔ وأول من أحدثه من الملوك صاحب أربل وصنف له ابن دحية كتاباًفى المولد سمّاه "التنوير بمولد البشير النذير" فأجازه بألف دينار، وقداستخرج له الحافظ ابن حجراصلاًمن السنة، وكذا الحافظ السيوطى، ورداًعلى الفاكهانى المالكى فى قوله: "ان عمل المولودبدعةمذمومة"۔

(السيرة الحلبية وهو الكتاب المسمّى انسان العيون فى سيرة الامين والمامون، باب تسميته صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم محمداًواحمداً، صفحہ ۱۲۳، ۱۲۴، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

اب ذیل میں "سیرتِ حلبیہ" سے میلادشریف کے بیان پر مشتمل مذکورہ بالاعربی اقتباس کا اُردو ترجمہ ملاحظہ کیجیے۔ جس میں حضرت علامہ حلبی، منکرینِ میلاد کے دِلوں کوزخمی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اکثر لوگوں کی عادت ہے کہ جس وقت اس عالم میں آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کی تشریف آوری کا ذکر سنتے ہیں توتعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور یہ قیام (اگرچہ) بدعت ہے، جس کی کوئی اصل نہیں، لیکن یہ بدعتِ حسنہ ہے کیوں کہ ہر بدعت مذموم اور بُری نہیں ہوتی، حضرت عمر رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ نے نمازِ تراویح کے لئے لوگوں کا جمع ہونا دیکھ کر فرمایا: کتنی اچھی بدعت ہے۔ علامہ عزّ بن عبد السلام رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ فرماتے ہیں کہ بدعت کو (اس کی اقسام کے اعتبار سے) پانچوں احکام لاحق ہوتے ہیں اور انہوں نے ہر حکم کی مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں جس کا ذکر طویل ہے۔ اور یہ آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے ان فرامین: "نئی نکالی ہوئی چیزوں سے بچتے رہو، پس بیشک ہر بدعت گمراہی ہے" اور "جس نے ہمارے امر یعنی شریعت میں نئی بات نکالی جواس میں سے نہیں ہے تو وہ اس پر مردود ہے"، کے منافی نہیں کیونکہ یہ لفظ عام اور اس کی مراد خاص ہے۔ ہمارے امام محمد بن ادریس شافعی قدس سرہ نے فرمایا: "جس نے کوئی نئی بات نکالی اور قرآن، سنت، اجماع یا اثر کی مخالفت کی تو وہ بدعتِ ضلالہ ہے اور جو اچھی چیز نکالی اور ان میں سے کسی کی مخالفت نہ کی تو وہ بدعتِ محمودہ ہے"۔ اور آنحضرت صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم کے

اسمِ مبارک کے ذکر پر اُمتِ اسلامیہ کے عالم اور دین وورع (پرہیزگاری) میں ائمہ کے مقتدیٰ، امام تقی الدین سبکی مصری رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیہِ (متوفی ۷۵۶ھ) کا قیام دیکھا گیا ہے اور ان کے زمانے کے مشائخ اسلام نے ان کے اس عمل کی پیروی کی ہے۔

چنانچہ ان لوگوں میں سے بعضوں نے حکایت کی ہے کہ (ایک مرتبہ) امام سبکی رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیہِ کے سامنے ان کے عہد کے علماء کی ایک بڑی جماعت تھی کہ کسی نے (ابو زکریا یحییٰ بن یوسف) صُرصُری (بغدادی رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیہِ۔ متوفی ۶۵۶ھ) کا قصیدہ در مدح خیر البریّہ پڑھا۔

''جناب محمد مصطفی صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَ اٰلِہٖ وَ سَلَّم کی مدح کے لیے یہ بہت ادنیٰ سی بات ہے کہ اس کو چاندی کی تختی پر آبِ زر سے بہت ہی اچھے خوشنویس سے لکھوایا جائے۔ اور (ضروری ہے) کہ شرفا (آپ کی مدح) سُن کر صفوں میں کھڑے ہو جائیں یا (اگر سوار ہوں تو) سواریوں پر گھٹنوں کے بل ہو جائیں''۔

یہ سنتے ہی امام سبکی رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیہِ اور سب اہلِ مجلس کھڑے ہو گئے۔ تو اس مجلس سے بڑی اُنسیت حاصل ہوئی اور پیروی کے لیے اس جیسا واقعہ کافی ہے۔

ابن حجر ہیتمی نے کہا ہے:

''خلاصہ یہ کہ بدعتِ حسنہ کا مستحب ہونا متفق علیہ ہے، اور مولد شریف منانا اور اس کے لیے لوگوں کا جمع ہونا ایسا ہی ہے یعنی بدعتِ حَسَنَہ''۔

اس وجہ سے امام ابوشامہ شیخ امام نووی رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیہِ نے فرمایا:

''ہمارے زمانے میں ایجاد ہونے والی اچھی چیزوں میں وہ ہے جو ہر سال آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّم کے یومِ ولادت کے موافق دن کو صدقات وخیرات نیز زینت اور سرور کا اظہار کیا جاتا ہے، پس بیشک اس میں فقرا کے لئے بھلائی پائی جانے کے ساتھ یہ عمل اپنے کرنے والے کے دل میں آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی محبت اور تعظیم ہونے کی بھی خبر دیتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جو اس نے اپنے رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو تخلیق فرما کر احسان کیا، جنہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا''۔ یہ امام نووی کا کلام ہے۔

امام سخاوی نے کہا ہے:

''قرونِ ثلاثہ میں اسلاف میں سے کسی نے یہ عمل نہیں کیا بلکہ یہ اس کے بعد ایجاد ہوا، تمام اطراف واقطار اور بڑے بڑے شہروں میں سے اہلِ اسلام میلاد کرتے، اس کی رات میں قسم قسم کے صدقات کرتے اور مولود شریف پڑھنے کا اہتمام کرتے رہے ہیں اور اس کی برکتوں سے ان پر ہر فضلِ عمیم ظاہر ہوتا ہے''۔

ابن جوزی کہتے ہیں:

''محفلِ میلاد کے خواص میں سے ہے کہ یہ مبارک عمل اس سال بھر میں امان اور مقصد ومراد کے جلد حصول کی بشارت ہے۔ بادشاہوں میں سے سب سے پہلے محفل میلاد کرنے والے شاہِ اربل ہیں، ابن دحیہ نے ان کے لئے میلاد شریف کے موضوع پر ایک کتاب لکھی جس کا نام ''التنویر بمولد البشیر النذیر'' رکھا تو شاہِ اربل نے انہیں ایک ہزار دینار ہدیہ پیش کیا''۔

حافظ ابن حجر، اسی طرح حافظ سیوطی رَحِمَہُمَا اللّٰہِ تَعَالٰی نے اس کی اصل سنت سے ثابت کی ہے اور فاکہانی مالکی کے اس قول میں ان کا رد کیا ہے کہ عملِ مولود بدعتِ مذمومہ ہے''۔

قارئین! آپ نے ''سیرتِ حلبیہ'' سے میلاد شریف کے متعلق مکمل عربی اقتباس اور اس کا اُردو ترجمہ ملاحظہ کیا، جس میں حضرت علامہ حلبی رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیہِ نے بدعتِ حَسَنَہ کے متعلق ہم اہلِ سنت وجماعت کے مؤقف کی تائید کی ہے۔ میلادُ النبی منانے کو خود بھی جائز کہا ہے اور جلیل القدر علمائے اسلام سے بھی اس کا جواز ثابت کیا ہے۔ لیکن افسوس کہ خائن و بددیانت مترجم نے اس حصہ کا ترجمہ نہ کرکے شرمناک علمی بددیانتی کا مظاہرہ کیا ہے جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

❁❁❁

آئینۂ ایام

فتح اَیوانِ کسریٰ: تاریخی تناظر میں

(صاحبزادہ) محمد محب اللہ نوری

"۔۔۔۔۔ یہ عمارت اپنی بلندی، پختگی، وسعت اور آرایش و زیبایش کے اعتبار سے اپنی مثال آپ اور نہایت بیش قیمت تھی۔۔۔ شارح قصیدہ بردہ، علامہ خرپوتی لکھتے ہیں کہ یہ عمارت نوے (۹۰) سال میں مکمل ہوئی، سونے کے پانی سے اس کی ملمع سازی کی گئی۔۔۔زبرجد اور بیش قیمت جواہرات سے اسے آراستہ کیا گیا تھا۔۔۔رسول اللہ ﷺ کی ولادت با سعادت کے موقع پر یہ حیرت انگیز معجزہ ظاہر ہوا کہ دنیا کی اس مضبوط ترین عمارت میں دراڑ پڑ گئی اور اس کے چودہ کنگرے منہدم ہو گئے، جب کہ آٹھ باقی رہ گئے، جس میں اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ اب صرف آٹھ تا جدار اس سلطنت پر حکمرانی کریں گے [۴] چناں چہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ۱۶ھ میں ساسانی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔۔۔"

وَبَاتَ اَیْوَانُ کِسْریٰ وَھُوَ مُنْصَدِعٌ
کَشَمْلِ اَصْحَابِ کِسْریٰ غَیْرُ مُلْتَئِمِ

''رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر ایوانِ کسریٰ (نوشیرواں کا محل) پھٹ گیا، جیسے اس کا لشکر منتشر ہو گیا اور پھر اکٹھا نہ ہو سکا''۔۔۔

سرکار ابد قرار ﷺ کے مداح، امام محمد بوصیری m نے اپنے مقبول و مشہور قصیدہ بردہ کے اس شعر میں ''ایوانِ کسریٰ'' کا ذکر کیا ہے۔۔۔ یہ عمارت عراق کے قدیم شہر مدائن میں واقع ہے۔۔۔ یہ بغداد معلیٰ سے پینتالیس (۴۵) کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع قدیم تاریخی شہر ہے۔۔۔ عہد نبوی ﷺ میں یہ دنیا کی سپر طاقت، ایران کی ساسانی حکومت کا پایہ تخت تھا۔۔۔ نوشیرواں نے یہاں کی بہترین آب و ہوا اور محل وقوع کی مناسبت سے اسے آباد کیا تھا۔۔۔ یہ دجلہ کے کنارے واقع ہونے کے باعث دفاعی نقطۂ نظر سے نہایت محفوظ تصور کیا جاتا تھا۔۔۔ اس وقت دریائے دجلہ بالکل قریب سے گزرتا تھا، مگر اب دور ہٹ گیا ہے۔۔۔

عہد فاروقی میں یہ شہر فتح ہوا، فتح کی خبر مخبر صادق حضور اکرم ﷺ نے کم و بیش گیارہ برس پہلے دے دی تھی۔۔۔غزوۂ

احزاب کے موقع پر مدینہ منورہ کے گرد حفاظتی خندق کھودی جا رہی تھی، کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان حائل ہوگئی تو صحابہ کرام j کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کدال اٹھائی اور بسم اللہ کہہ کر زور سے اسے پتھر پر مارا، ایک شعلہ نکلا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ اکبر! ملک شام کی کنجیاں مجھے دے دی گئیں، قسم بخدا، میں شام کے سرخ محلات کو ملاحظہ کر رہا ہوں''---

پھر کدال چلائی، روشنی چمکی، فرمایا:

''فارس (ایران) کی چابیاں مجھے عنایت کر دی گئیں--- مدائن (بغداد کے قریب شہر، کسریٰ شہنشاہ ایران کا پایہ تخت) کے ایوان میری نگاہوں کے سامنے ہیں''---

تیسری مرتبہ ضرب لگائی تو پھر روشنی پھوٹی، سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ اکبر! یمن کی چابیاں میرے سپرد کی گئیں اور صنعاء (یمن) کے دروازوں کو یہاں کھڑا دیکھ رہا ہوں---[۲]

فاتحین مدائن میں جلیل القدر صحابی رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شامل تھے، جو بعد میں کچھ عرصہ یہاں کے گورنر بھی رہے اور پھر مدائن میں ہی آپ کی تدفین ہوئی، اسی نسبت سے یہ شہر اب ''سلمان پاک'' کے نام سے معروف ہے---

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مدائن، ساسانی (ایرانی) حکومت کا پایہ تخت تھا، ایرانیوں نے یہاں محل بنوایا، جو ایوان کسریٰ کے نام سے مشہور ہے (ایران کے ہر بادشاہ کو کسریٰ کہا جاتا تھا)---خطیب بغدادی نے محل تعمیر کرانے والے بادشاہ کا نام سابور بن ہرمز (المعروف ذی الاکتاف) نقل کیا ہے---[۳]

یہ عمارت اپنی بلندی، پختگی، وسعت اور آرایش وزیبایش کے اعتبار سے اپنی مثال آپ اور نہایت بیش قیمت تھی--- شارح قصیدہ بردہ، علامہ خرپوتی لکھتے ہیں کہ یہ عمارت نوے (۹۰) سال میں مکمل ہوئی، سونے کے پانی سے اس کی ملمع سازی کی گئی--- زبرجد اور بیش قیمت جواہرات سے اسے آراستہ کیا گیا تھا--- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے موقع پر یہ حیرت انگیز معجزہ ظاہر ہوا کہ دنیا کی اس مضبوط ترین عمارت میں دراڑ پڑ گئی اور اس کے چودہ کنگرے منہدم ہوگئے، جب کہ آٹھ باقی رہ گئے، جس میں اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ اب صرف آٹھ تاجدار اس سلطنت پر حکمرانی کریں گے [۴] چناں چہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ۱۶ھ میں ساسانی حکومت کا خاتمہ ہوگیا---

واضح رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت ایران میں نوشیران کی حکومت تھی [۵] جب کہ یہاں کے آخری تاجدار کا نام یزدجرد تھا---[۶]

اس محل میں یہ سانحہ بھی پیش آیا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہان عالم کے نام مکاتیب ارسال فرمائے اور شہنشاہ ایران خسرو پرویز کے نام بھی گرامی نامہ بھیجا تو اس نے بڑے تمرد و رعونت کا مظاہرہ کرتے ہوئے والا نامہ پھاڑ دیا--- ادھر سرکار والاتبار (فداہ روحی) نے مدینہ منورہ میں فرمایا:

مَزَّقَ مُلکَہٗ---[۷]

''(خسرو نے جیسے میرے خط کے ٹکڑے کیے ہیں، یونہی) اللہ تعالیٰ اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کرے گا''---

چناں چہ جلد ہی وہ بدبخت اپنے کیفر کردار کو پہنچا، اس کے اپنے ہی بیٹے نے خنجر مار کر اس کا پیٹ چاک کر دیا اور یوں ذلیل و رسوا ہو کر واصل جہنم ہوا---

یہی وہ ایوان تھا، جہاں صحابہ کرام سفیر بن کر آئے تو ان کے کلمہ حق کی للکار سے گونج اٹھا اور درباری ان کی جرأت و بے باکی پر حیران رہ گئے--- ایسے ہی ایک موقع پر جب صحابہ کا ایک وفد مذاکرات کے لیے آیا اور کسریٰ کے درباریوں نے ان کی تلواروں پر چڑھے ہوئے پترے اور بوسیدہ میانوں کو دیکھ کر طنز کیا، تو ایک صحابی نے جواب دیا، تم نے تلوار دیکھی ہے، تلوار کا

"---- مال غنیمت میں کسریٰ کا نہایت بیش قیمت تاج زر بھی شامل تھا، یہ اتنا بھاری تھا کہ کسریٰ کو اسے سر پر رکھنے کی ہمت نہ تھی--- کیسے متکبر لوگ تھے، جو اپنے جھوٹے رعب و دبدبہ کو قائم رکھنے اور اپنی انا کو تسکین دینے کے لیے کیا کیا جتن کرتے؟--- اس بھاری تاج کو تخت پر اس طرح سونے کی زنجیروں سے لٹکایا گیا تھا کہ کسریٰ (شہنشاہ ایران) نشست گاہ پر بیٹھ کر اپنا سر تاج میں داخل کر دیتا، تخت اور درباریوں میں پردہ تنا ہوتا، جب کسریٰ سر پر تاج ٹکا کر تیار ہو جاتا تو پردہ سرکا دیا جاتا، دیکھتے ہی تمام درباری تعظیم بجالاتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاتے--[۲۰]

وار بھی دیکھو--- ایک بہادر شخص اعلیٰ درجہ کی تلوار اور مضبوط ڈھال لیے مقابلہ میں آ گیا، آپ نے ایک وار کیا، تو ڈھال کے دو ٹکڑے ہو گئے---

ایران کو فتح کرنے کے لیے حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کی قیادت میں تیس ہزار (۳۰۰۰۰) مجاہدین پر مشتمل لشکر روانہ فرمایا--- شہنشاہِ ایران ''یزدجرد'' نے اپنی دو لاکھ فوج کو اپنے بہادر جرنیل رستم کی قیادت میں مسلمانوں سے نبرد آزما ہونے کا حکم دیا---

چناں چہ شہر سے کئی میل دور قادسیہ کے مقام پر زبردست لڑائی ہوئی، رستم مارا گیا، ایرانی فوج درہم برہم ہو گئی، بالآخر انہوں نے مدائن میں جا کر پناہ لی، اسلامی فوج نے تعاقب کیا، اب مدائن اور اسلامی فوج کے درمیان زبردست رکاوٹ دریائے دجلہ تھا، ایرانیوں نے تمام پل توڑ دیے تھے تا کہ مسلمان دریا عبور کر کے حملہ آور نہ ہو سکیں---[۸]

حضرت سعد، حضرت سلمان فارسی، دیگر صحابہ کرام اور لشکر اسلام نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیے، دریا نے اپنی آغوش محبت وا کر دی، تمام مسلمان بخیریت دوسرے کنارے پہنچ گئے---

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

لشکر اسلام میں سے مالک بن عامر نامی ایک صاحب کا پیالہ دریا میں گر گیا، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اچانک پیالہ پانی پر تیرتا ہوا کنارے آ لگا[۱۰] گھوڑوں کے دریا عبور کرنے کا منظر دیکھ کر ایرانی دہشت زدہ ہو کر پکار اٹھے:

دیواں آمد، دیواں آمد---[۱۱]
''دیو آ گئے، دیو آ گئے''---

حافظ ابن کثیر کی روایت کے مطابق انہوں نے کہا:
دیوانا، دیوانا--- یعنی یہ کیسے پاگل اور دیوانے آ گئے (جو اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے، بپھری موجوں سے ٹکرا رہے ہیں)--- پھر آپس میں کہنے لگے:

وَاللّٰهِ مَا تُقَاتِلُوْنَ الْاِنْسَ، بَلْ تُقَاتِلُوْنَ جِنًّا---[۱۲]

''اللہ کی قسم تمہارا انسانوں سے نہیں، بلکہ جنوں سے مقابلہ ہے''---

ایرانیوں نے گھڑ سوار تیر انداز بہادروں کی ایک جماعت بھیجی تا کہ مسلمانوں کو دریا عبور کرنے سے باز رکھا جا سکے مگر ان مجاہدین اسلام نے ان کی آنکھوں کا نشانہ لے کر جوابی تیر اندازی کی تو یہ بزدل بھاگ اٹھے--- مسلمان آگے بڑھے تو مدائن خالی ہو چکا تھا---[۱۳]

چناں چہ وہ شکست کھا کر بھاگ گئے اور پھر چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ وہ ایوان، جس کی شوکت و سطوت کی دنیا بھر میں دھاک بیٹھی ہوئی تھی، اس پر رسول اللہ ﷺ کے غلاموں نے عظمت اسلام کا پرچم لہرا دیا اور یوں شبِ ولادت رسول، شق ہونے والا یہ ایوان مسلمانوں کے زیر نگین آ گیا اور غزوۂ احزاب کے موقع

پر دی گئی رسول اللہ ﷺ کی بشارت پوری ہوئی---

اسلامی لشکر ایوان میں داخل ہوا تو حضرت سعد h کی زبان پر یہ آیہ کریمہ تھی:

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ○ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ○ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ○---[۱۴]

''وہ چھوڑ گئے کتنے ہی باغات، چشمے، (سرسبز) کھیتیاں، عالی شان عمارات اور بہت سا ساز و سامان، جس میں وہ عیش کرتے تھے---یوں ہی ہوا اور ہم نے ان تمام چیزوں کا دوسرے لوگوں کو وارث بنا دیا''---

حضرت سعد آگے بڑھے اور فتح و نصرت پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے آٹھ رکعت ''صلوٰۃ الفتح'' ایک ہی سلام کے ساتھ ادا کی---چشم عالم نے یہ بھی نظارہ کیا کہ جہاں دنیا کی سب سے بڑی طاقت کا تخت شاہی تھا، وہاں منبر بچھا دیا گیا اور عراق کی سرزمین پر پہلا جمعہ ادا ہوا---[۱۵]

ایوان کسریٰ کے نوادرات

اس موقع پر بہت سا قیمتی ساز و سامان مسلمانوں کے ہاتھ لگا، ان میں لشکر کفار کا علم بھی تھا، جب یہ مال مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت سیدنا عمر فاروق نے اسے مسلمانوں میں تقسیم فرما دیا---اس علم کا ایک بالشت کی مقدار ٹکڑا، حضرت مولا علی کے حصے میں آیا، جسے آپ نے دس ہزار دینار میں فروخت کر دیا---[۱۶]

مال غنیمت میں ایوان کسریٰ کے دروازے کا پردہ بھی تھا، جو حملہ کے دوران جل گیا تھا، یہ پردہ اتنا قیمتی تھا کہ اس سے دس لاکھ مثقال (4373.925 کلوگرام، تقریباً ایک سو دس من) سونا برآمد ہوا، جو ایک کروڑ درہم میں فروخت ہوا---[۱۷]

مال غنیمت میں طرح طرح کے نوادرات تھے، ایرانی بادشاہوں کی تلواریں، خنجر، زرہیں، تاج زرنگار اور مختلف اقسام کے ملبوسات کے علاوہ ایک بیش قیمت اور عجوبہ روزگار ۶۰X۶۰ گز سائز کا فرش بھی تھا، جس پر سلطنت کسریٰ کے شہروں، قلعوں، نہروں اور مملکت میں اُگنے والی کھیتیوں اور درختوں کی مکمل منظر کشی کی گئی تھی اور یہ سب کچھ خالص سونے اور بیش بہا جواہرات کا بنا ہوا تھا---[۱۸]

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ اس فرش کو بہار کسریٰ کے نام سے پکارا جاتا تھا کیوں کہ اس میں موسم بہار کے تمام لوازمات کی منظر کشی کی گئی تھی، گویا سرسبز و شاداب چمن ہو، موسم خزاں میں اس پر بیٹھ کر مے نوشی کرتے---[۱۹]

مال غنیمت میں کسریٰ کا نہایت بیش قیمت تاج زرّیں بھی شامل تھا، یہ اتنا بھاری تھا کہ کسریٰ کو اسے سر پر رکھنے کی ہمت نہ تھی---کیسے متکبر لوگ تھے، جو اپنے جھوٹے رعب و دبدبہ کو قائم رکھنے اور اپنی انا کو تسکین دینے کے لیے کیا کیا جتن کرتے؟---اس بھاری تاج کو تخت پر اس طرح سونے کی زنجیروں سے لٹکایا گیا تھا کہ کسریٰ (شہنشاہ ایران) نشست گاہ پر بیٹھ کر اپنا سر تاج میں داخل کر دیتا، تخت اور درباریوں میں پردہ تنا ہوتا، جب کسریٰ سر پر تاج ٹکا کر تیار ہو جاتا تو پردہ سرکا دیا جاتا، دیکھتے ہی تمام درباری تعظیم بجالاتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاتے---[۲۰]

مال غنیمت کے ڈھیر لگ گئے، حضرت سعد نے بیش تر مال مجاہدین میں تقسیم فرما دیا جب کہ خُمس اور بعض خاص نوادرات مدینہ منورہ بھجوائے، حضرت سیدنا عمر فاروق انھیں دیکھ کر لشکر اسلام کی دیانت و امانت پر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا:

اِنَّ قَوْمًا اَدَّوْا هٰذَا الْاَمَنَاءُ---

''اس قوم نے امانت کا حق ادا کر دیا، بے شک یہ امین ہیں''---

حضرت سیدنا علی نے سن کر کہا، کیوں نہ ہو، جب آپ خود دیانت دار ہیں تو آپ کی رعایا بھی اس صفت سے متصف ہو گئی، اگر آپ خائن ہوتے تو لوگ بھی خیانت کرتے---[۲۱]

حضرت سیدنا عمر فاروق نے نوادرات میں سے کسریٰ کے کنگن نکالے اور حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم کو پہنا دیے اور فرمایا، کسریٰ ایسے بادشاہ کے کنگن ایک اعرابی کے ہاتھ---الحمد للہ

امام شافعی فرماتے ہیں، حضرت سیدنا عمر فاروق نے یہ کنگن سراقہ کو اس لیے پہنائے تھے کہ حضور ﷺ نے انھیں اس کی بشارت دے رکھی تھی---[۲۲]

ایوان کسریٰ کا انہدام

یہ محل دور فاروقی میں صفر المظفر ۱۶ھ کو مسلمانوں کے قبضے میں آیا---[۲۴]

خلیفہ منصور نے اپنے دور حکومت میں اسے منہدم کرنے کا ارادہ کیا، درباریوں نے بھی اس کی رائے سے اتفاق کیا مگر ایک ایرانی کاتب سے رائے طلب کی گئی تو اس نے کہا کہ یہ عمارت دنیا کی عظیم طاقت و حکومت کی قوت و شوکت کی مظہر ہے، لوگ اسے دیکھ کر مسلمانوں کی ہمت و عظمت کا اندازہ لگا سکیں گے کہ عرب سے اٹھنے والے کمزوروں نے اپنی قوت ایمانی سے اسے فتح کرلیا، لہٰذا اسے باقی رکھا جائے---خلیفہ کو شبہہ گزرا کہ شاید اس نے اپنی قوم سے محبت کی وجہ سے یہ مشورہ دیا ہے---منصور نے عمارت گرانے کا حکم صادر کر دیا---

عمارت کو گرانا شروع کیا گیا، تو اندازہ ہوا کہ یہ اتنا آسان کام نہیں ہے---خلیفہ کو رپورٹ دی گئی کہ عمارت کے ملبہ سے حاصل شدہ رقم کی نسبت اس کے گرانے پر بہت زیادہ لاگت آ رہی ہے اور بڑی مشکل سے تھوڑا سا حصہ منہدم ہوا ہے---خلیفہ منصور نے پھر اسی ایرانی سے مشورہ لیا تو اس نے کہا، پہلے میں نے اسے باقی رکھنے کا مشورہ دیا تھا، جسے آپ نے قبول نہ کیا مگر اب میرا خیال ہے کہ اسے گرا دینا بہتر ہے، ورنہ لوگ کہیں گے کہ ایرانیوں نے ایسا عظیم محل بنایا ہے کہ مسلمان کوشش کے باوجود اسے مسمار نہیں کر سکے---خلیفہ پھر سوچ میں پڑ گیا اور اس کی رائے سے اتفاق کیا، مگر جب اسے مسمار کرنے کے اخراجات سامنے آئے تو رک گیا کہ اس طرح بہت سا سرمایہ فضول ضائع ہوگا---[۲۵]

ایوان کسریٰ کی موجودہ کیفیت

۱۹۸۸ء میں پہلی مرتبہ احقر کو یہ تاریخی عمارت دیکھنے کا موقع ملا---سیکڑوں برس پرانی عمارت کا ایک حصہ حوادثات زمانہ کے تھپیڑے کھانے کے باوجود مرقع عبرت بنا کھڑا ہے---بیرونی دیوار کی مرمت کر دی گئی ہے تاکہ اس تاریخی عمارت کا یہ حصہ محفوظ رہے---آثار بتاتے ہیں کہ عمارت کتنی عظیم ہوگی---عمارت کا یہ حصہ کوئی سو فٹ بلند ڈاٹ نما اور نہایت وسیع و عریض ہے، ممکن ہے یہ محل کا مرکزی دروازہ رہا ہو، اتنا بڑا ڈاٹ دنیا میں شاید ہی کسی دوسری عمارت میں ہو---دیواروں کی چوڑائی ۳۰رفٹ ہے---پوری عمارت کا درمیانی حصہ اوپر سے نیچے تک پھٹا ہوا ہے، یہ دراڑ بڑی واضح ہے---اتنی بڑی اور مضبوط عمارت کا پھٹ جانا، ولادت مصطفی کے موقع پر ظاہر ہونے والے معجزہ کا اثر ہے---عمارت کے آثار دیکھ کر معجزہ کی اور زیادہ تصدیق ہو جاتی ہے---اس پہاڑ ایسی بلند و بالا اور مضبوط عمارت کے دامن میں کھڑے ہو کر، جہاں عمارت کی سطوت کا احساس ہوتا ہے، وہاں رسول اللہ ﷺ کے غلاموں کی عظمت و ہمت کو داد دیے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ کس طرح انہوں نے تیروں کی یلغار، پتھروں کی بوچھاڑ اور کھولتے ہوئے تیل کی بارش سے گزر کر دریائے دجلہ کو عبور کیا اور محل پر قبضہ کر کے ناممکن کو ممکن بنا دیا---

فدایان رسالت مآب! تمہاری عظمتوں کو کروڑوں سلام-
اے مجاہدین اسلام! تمہاری جرأتوں کو ان گنت تحیات-
علامہ اقبال نے ایسے ہی غازیان اسلام کو یوں داد شجاعت دی ہے:

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے
جنھیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی

دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

حوالہ جات

۱......قصیدہ بردہ، صفحہ ۱۵
۲......قلائد الجواہر، صفحہ ۸
۳......تاریخ بغداد، جلد ۱، صفحہ ۱۳۰
۴......عصیدۃ الشہدۃ، شرح قصیدۃ البردۃ، صفحہ ۱۱۴
۵......عصیدۃ الشہدۃ، شرح قصیدۃ البردۃ، صفحہ ۱۱۳
۶......ایضاً صفحہ ۱۱۳
۷......عمدۃ القاری، جلد ۲، صفحہ ۲۸ / صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۱۵، بالفاظ متقاربہ
۸......تاریخ طبری، جلد ۴، صفحہ ۱۳
۹......کلیات اقبال، بانگ درا، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، صفحہ ۱۷۷ / ۱۹۳
۱۰......البدایۃ والنہایۃ، جلد ۷، صفحہ ۶۵
۱۱......الاخبار الطوال، صفحہ ۱۲۶ / طبری، جلد ۴، صفحہ ۱۴
۱۲......البدایہ والنہایہ، جلد ۷، صفحہ ۶۴
۱۳......ایضاً صفحہ ۶۵، ۶۴
۱۴......الدخان، آیات: ۲۵ تا ۲۸
۱۵......ایضاً
۱۶......خرپوتی، صفحہ ۱۱۵
۱۷......تاریخ بغداد، جلد ۱، صفحہ ۱۳۱
۱۸......البدایہ والنہایہ، جلد ۷، صفحہ ۶۶
۱۹......الکامل فی التاریخ، جلد ۲، صفحہ ۵۱۸
۲۰......البدایہ والنہایہ، جلد ۷، صفحہ ۶۶
۲۱......ایضاً
۲۲......ایضاً صفحہ ۶۸
۲۳......ایضاً صفحہ ۶۷
۲۴......طبری، جلد ۴، صفحہ ۱۲
۲۵......تاریخ بغداد، جلد ۱، صفحہ ۱۳۰-۱
۲۶......کلیات اقبال، بال جبریل، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، صفحہ ۱۰۸ / ۴۳۳

[سفرنامہ عراق ''سفر محبت'' کا ایک باب]

ادارہ شرعیہ بہار کے قیام کا پس منظر

پروفیسر فاروق احمد صدیقی
سابق صدر شعبہ اردو بہار یونیورسیٹی مظفر پور بہار

۱۹۶۸ء میں ادارہ شرعیہ بہار کے قیام کی خبریں جب عام ہوئیں تو بہت ساری بھویں تن گئیں۔ مختلف اشخاص و ادارے کے اس قیام کے جواز پر گرما گرم بحثیں کرنے لگے۔ اسی زمانہ کا ایک اردو روزنامہ بھی اس کی مخالفت میں پیش پیش رہا مگر بتدریج غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کے سیاہ بادل چھٹنے لگے، نور سحر نمودار ہوئی، یقین و اعتماد کا اجالا پھیلا اور اہل محبت نے اس کا پر جوش خیر مقدم کیا اور فرط مسرت میں یوں زمزمہ سرا ہوئے: ع

آمد آں یارے کہ ما می خواستیم

یہ ادارہ نہ تو محض ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کے فاسد ارادے سے وجود میں آیا اور نہ تو کسی دوسرے مذہبی ادرہ سے تقابل اور مسابقت کے جذبہ کے تحت قایم ہوا۔ حقیقت فقط اتنی ہے کہ جب محسوس ہوا کہ شہر پٹنہ بلکہ پورے بہار کا دینی ماحول بگڑتا جا رہا ہے، رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خداداد عظمتوں کا انکار بعض جبہ و دستار والوں کا شعار بن چکا ہے، اہل سنت کے مراسم و معمولات پر بدعت بلکہ شرک تک کے فتوے صادر کیے جا رہے ہیں، تو ایک ایسے ادارہ کے قیام کی ضرورت محسوس ہوئی جو ناموس رسالت کا سچا پاسبان اور ''افتا و قضا'' کے حوالے سے شریعت اسلامیہ کا صحیح ترجمان ہو۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ''امارت شرعیہ'' کے نام سے ایک ادارہ پھلواری شریف میں کام کر رہا تھا۔ مدرسہ سبحانیہ الہ آباد ایک صحیح العقیدہ سنی ادرہ سے فارغ مولانا سجاد نے ۱۹۲۱ء اس ادارہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ وہ حضرت کافی علیہ الرحمہ کے شاگرد تھے اور ان کے ہم خیال و ہم مسلک بھی۔ اس لیے تمام مسلمانانِ بہار نے ان کی حمایت کی۔ مگر بہت جلد ان کا تصلب فی المسلک متزلزل ہونے لگا۔ یہاں تک کہ اپنے استاذ گرامی مولانا عبدالکافی کے بارے میں بھی وہ خلاف واقع لکھ گئے۔ ملاحظہ ہو:

> آپ (یعنی مولانا عبدالکافی) کا طریق عمل اعتقاداً اور عملاً صراط مستقیم اور افراط و تفریط سے خالی تھا اس لیے آپ کے تعلقات علماے دیوبند و اتباع حضرت مولانا قاسم نانوتوی و حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور علماے بریلی و متبعین حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم و مغفور کے ساتھ یکساں تھے۔ لیکن ان دونوں گروہوں میں سے کسی ایک کے بھی ہم خیال نہ تھے۔ مثلاً وہ مجلس میلاد شریف کے قیام کے قائل تھے اور خود بھی اس کے عامل تھے جو عموماً علماے دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے اور علماے دیوبند کی تکفیر و تضلیل کے قائل نہ تھے جو عموماً اتباع حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کا مسلک ہے۔''

(فتاویٰ امارت شرعیہ، حصہ اول، صفحہ:۲۶۔۲۷)

مجموعی تاثر یہ قایم ہوا کہ مولانا عبدلکافی کا مسلک صلح کل تھا۔ یہ بالکل غلط ہے (تفصیل بعد میں آرہی ہے) اسی کتاب میں مولانا سجاد مرحوم نے بدایوں میں حضرت مولانا عبدالکافی اور اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کی ملاقات کا چشم دید واقعہ پیش کیا ہے کہ دونوں بزرگوں کے درمیان علماے دیوبند کی تکفیر کا مسئلہ زیر بحث آیا تو آخر الذکر یعنی اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ

> ''اگر ہم ان عبارتوں کے سننے والوں کو کافر نہیں کہیں تو خاطی ضرور کہہ سکتے ہیں۔''

(ایضاً، ص:۲۸)

اس پر مولانا عبدالکافی کا کیا ردعمل رہا؟ اس کی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ لیکن بین السطور سے یہ ثابت ہے کہ مولانا عبدالکافی علیہ الرحمہ علماے دیوبند کو خاطی کہے جانے کے خیال سے متفق تھے۔

نہایت افسوس کا مقام ہے کہ مولانا سجاد مرحوم نے اپنے استاذ مکرم مولانا عبدالکافی کے عقیدہ ومسلک کی صحیح تصویریں نہیں پیش کی ہیں۔ وہ اس طرح کہ حضرت مولانا عبدالکافی علیہ الرحمہ نے اپنے عم محترم حضرت مولانا حکیم صوفی شان محمد عبدالسبحان سے علوم شرقیہ کی تحصیل کی اور طریقت ومعرفت میں اپنے استاذ گرامی و پیرومرشد حضرت الحاج الشاہ محمد فخر الدین احمد المعروف بہ حکیم بادشاہ علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان کے خلیفہ ومجاز ہوئے۔ انھوں نے دینی علوم کی اشاعت کے لیے اپنے استاذ معظم کے نام پر مدرسہ سبحانیہ بھی قایم کیا جو بتدریج الہ آباد کی مثالی درس گاہ کی حیثیت سے پورے ملک کے لیے مرکز توجہ بن گئی۔ ان کی جلالت علمی اور روحانی برگزیدگی پر ایک اجمالی نظر ڈالتے ہوئے ایک ممتاز عالم دین اور نامور صحافی سابق مدیر ماہنامہ الکوثر سہسرام، مولانا ملک الظفر ایک کتاب ''ندوے پر فتوے'' پر یوں تبصرہ رقم فرماتے ہیں:

حضرت مولانا عبدالکافی قدس سرہ مسلک ومعتقدات کے حوالے سے متصلب فی الدین، صحیح العقیدہ سنی تھے، آپ اپنے استاذ محترم اور مرشد گرامی کے نقش قدم پر تھے اور بدعقیدوں کی تکفیر کے قائل تھے۔ البتہ اس سلسلے میں وہ محتاط واقع ہوئے تھے کہ جب تک بدعقیدہ لوگوں تضلیلات میں ان کی کفری عبارتوں کو نہ دیکھ لیتے تھے کسی کے ساتھ ترک تعلق نہیں فرماتے تھے۔

مدرسہ سبحانیہ کے ایک دو تعلیم یافتہ اصحاب نے اس بات کا خوب زور وشور سے پروپیگنڈہ کر دیا کہ ''حضرت مولانا عبدالکافی۔۔۔صلح کلی تھے اور وہابیوں، نیچریوں وغیرہ بدعقیدوں کی تکفیر سے کف لسان فرماتے تھے۔۔۔''

(بحوالہ جام نور، نومبر ۲۰۰۳ء، صفحہ: ۵۲)

شاید مولانا سجاد صاحب اسی پروپیگنڈہ کے شکار ہو کر اپنے استاذ کو صلح کلی ہونے کا تاثر دے رہے ہیں۔ جو صریحاً غلط اور خلاف واقع ہے۔ جیسا کہ آپ نے اقتباس بالا میں پڑھا۔

بہرکیف امارت شرعیہ کے قیام کے تعلق سے مولانا سجاد صاحب کے جذبۂ اخلاص وعمل میں کوئی شبہ نہیں، وہ بہت حد تک اپنے اکابر کے طریقے پر رہے۔ اس لیے انھوں نے ایسا ساز گار ماحول تیار کیا کہ خانقاہ مجیبیہ پھلوری شریف سے جس پر ابتدا میں امت کے تمام طبقات کا اعتماد رہا، امارت شرعیہ کے مسلسل تین امرا منتخب ہوتے رہے، جیسے: **امیر شریعت اول:** بدرالکاملین حضرت مولانا الشاہ بدرالدین مجیبی پھلواروی، **امیر شریعت ثانی:** محی الملت حضرت مولانا الشاہ محی الدین قادری مجیبی پھلواروی اور **امیر شریعت ثالث:** حضرت مولانا قمرالدین مجیبی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ ان نفوس قدسیہ نے جس ذمہ داری کے ساتھ بار امارت شرعیہ کو اٹھایا اور خوش اسلوبی سے انجام دیا، اس میں کسی بھی سطح پر کسی بھی چوں وچرا کی کوئی گنجائش نہیں۔

مگر دیوبندیت جو کب سے گھات میں لگی ہوئی تھی ایک سازش کے تحت اقتدار میں آ گئی۔ ہوا یہ کہ امیر شریعت رابع کا انتخاب پھلواری شریف یا پٹنہ جیسے کسی مرکزی مقامات کے بجائے منصوبہ بند طور پر ایک دیہی علاقہ موضع سپول ضلع دربھنگہ میں کرایا گیا اور وہاں بآسانی دیوبندیوں نے مولانا منت اللہ رحمانی ایک کٹر دیوبندی کو منتخب کر لیا؛ اس طرح دیوبندیت کا دیرینہ خواب تو پورا ہو گیا مگر ملت اسلامیہ کا شیرازہ بکھر گیا جو ایک سانحۂ عظیمہ سے کم نہیں۔ دیوبندی گروہ اس قدر مکروہ ومہیب ہے اور اہل ایمان کے لیے ناقابل برداشت، اس کا تعارف ایک غیر جانب دار مشاہد، ممتاز دانشور اور محقق، اسلامیات کے زبردست اسکالر پرویز نثار احمد فاروقی مرحوم سابق صدر شعبۂ عربی، دہلی یونیورسٹی، دہلی کے خامۂ زرنگار سے ملاحظہ ہو:

> ''علماے دیوبند کے بعض اکابر سے لغزش ہوئی ہیں، مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے ان لغزشوں پر مدلل نکتہ چینیاں کی ہیں اور وقت چینی وہ اکابر موجود تھے۔ لیکن اپنے اقوال کی تفسیریں اور تعبیریں انھوں نے بیان کی ہیں، قول سے رجوع نہیں کیا۔ کاش کہ دیوبندی اکابر اپنے اقوال سے رجوع کر لیتے تو آج

کے ہندوستان کا بہت بڑا اختلاف مٹ جاتا۔ لیکن نہ اکابر نے رجوع کیا، نہ اصاغر نے لغزش کا اقرار کیا۔ نتیجہ میں دیوبندی بریلوی محاذ قائم ہوگیا۔''

(بحوالہ مقدمہ کتاب مسلک ارباب حق، ص: ۵۔ ۳، مطبوعہ دار العلوم فرقانیہ، رام پور، یوپی)

یاد رہے کہ ان لغزشوں کا تعلق اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، جو ظاہر ہے منافی ایمان ہے۔ علمائے دیوبند، امارت شرعیہ والوں کے مخدوم و مطاع تھے۔ انھیں کے افکار و خیالات ان کے لیے رہنما اصول کی حیثیت رکھتے تھے۔

اس لیے علمائے اہل سنت و جماعت کا یہ اولین دینی و اخلاقی فریضہ ٹھہرا کہ وہ خوش عقیدہ مسلمانوں کو امارت شرعیہ والوں کی بدعقیدگی سے روشناس کرائیں اور ان کے باطل عقائد کی نشان دہی کر کے ملت کی صحیح رہنمائی کریں اس لیے ۱۹۶۸ء میں بہار کے شہر سیوان میں علمائے اہل سنت کا ایک تاریخی اجلاس ہوا جس میں لاکھوں مسلمانوں نے شرکت کی اور اس میں متفقہ طور پر ادارہ شرعیہ کے قیام کی تجویز پائی۔ تو یہ تھا مختصر پس منظر جو ادارہ شرعیہ کے قیام کا سبب بنا۔

اس تاریخی کانفرنس میں ہمارے جن اکابر علما نے شرکت فرما کر اس کو یادگار بنا دیا ان میں حضرت سید العلما مولانا سید آل مصطفی صاحب مارہروی، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا شاہ مصطفی رضا خاں صاحب بریلوی، مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ حبیب الرحمٰن کٹی، حضرت مولانا شاہ رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور، حافظ ملت حضرت مولانا عبد العزیز مرادآبادی، مجاہد دوراں حضرت مولانا سید مظفر حسین کچھوچھوی اور رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری رحمت اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ اسی موقع پر ایک خصوصی نشست میں ادارہ شرعیہ کے لیے ایک امیر کے انتخاب کا مسئلہ زیر غور آیا تو حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب نے فرمایا: ہم لوگ شریعت کے امین ہیں امیر نہیں، حضرت مولانا آل مصطفیٰ صاحب نے فرمایا کسی امین شریعت کو ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے؟ مولانا رفاقت حسین صاحب تو موجود ہی ہیں۔ حضور مفتی اعظم ہند نے زیر لب تبسم فرما کر اس کی تائید فرمادی پھر تمام اکابر و اصاغر نے اس انتخاب پر اپنی بے پایاں مسرتوں کا اظہار کرتے ہوئے مرحبا کے نعرے بلند کیے۔ اس طرح اس انتخاب پر اجماع کی مہر لگ گئی۔

حضرت علامہ ارشد القادری جو اس ادارہ شرعیہ کے روح رواں تھے اس کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے انھوں نے پٹنہ میں ادارہ شرعیہ کے دفتر کے لیے اپنی جد و جہد تیز کردی، انتھک محنت اور صبر آزما مراحل سے گزرنے بعد اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے، یعنی پٹنہ کے سلطان گنج میں زمین حاصل ہوگئی، اہل اخلاص و ایثار کے تعاون سے تعمیری کام شروع ہوا، جلد ہی دو منزلہ عمارت وجود میں آ گئی،، شرعی امور کو انجام دینے کے لیے مختلف شعبہ جات قائم ہوئے اور ہر شعبے کے لیے اس کے ماہرین کا تقرر ہوا اور ادارہ نے جلد ہی اپنی شاندار کارکردگی سے عوام و خواص کا دل جیت لیا اور ہندوستان گیر سطح پر اس کی ایک شناخت بن گئی، بہار کے مختلف اضلاع بلکہ صوبوں میں اس کی شاخیں قائم ہونے لگیں۔ ادارہ کے ارباب حل و عقد ہر دور میں ادارہ کی ترقی اور اس کے استحکام کی کوششیں کرتے رہے اور آج بھی جب کہ ملکی کی منفی طاقتیں تین طلاق، این آر سی اور سی اے اے کے ذریعہ ہندوستانی مسلمانوں کا مستقبل تاریک کرنے کا خواب دیکھ رہی ہیں ادارہ شرعیہ اس کے خلاف برسرپیکار ہے، مگر علامہ کی بات بہر حال دوسری تھی ان کے اس دار فانی سے رخصت ہونے کے ساتھ وہ جرأت ہمت اور حوصلہ و اخلاص رخصت ہوگئیں جو علامہ کی شخصیت کی آئینہ دار تھیں۔ ادارہ کے در و دیوار سے علامہ کی آواز سنائی دے رہی ہے کہ۔

کون کہتا ہے حریف مئے مرد افگن عشق
ہے مکرر لب ساقی پہ صلا مرے بعد

❁❁❁

گوشہ رضویات

(قسط دوم)

مرکز اہلِ سنت کی صحافتی خدمات

مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی ککرالوی
نوری دارالافتاء مدینہ مسجد محلہ علی خاں کاشی پور اتراکھنڈ

یادرضا کا، کانگریس نمبر:

یادگار رضا کے شمارہ بابت رجب وشعبان ۱۳۴۹ھ کو کانگریس نمبر سے معنون کیا گیا۔ اس نمبر کے مندرجات اور خصوصیات اخبار الفقیہ کی درج ذیل تحریر سے معلوم کریں۔:

''شورش حاضرہ نے ہندوستان میں جو تہلکہ مچادیا ہے۔ اس کا اقتضا تھا کہ مسئلہ کانگریس اور حالات حاضرہ پر ایک مدلل ومفصل بحث کی جائے۔ جس سے ملک وقوم کو اس نازک زمانہ میں کافی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے۔ کارکنان یادگار رضا نے اس ضرورت کو محسوس کرکے کانگریس نمبر کو نہایت آب وتاب کے ساتھ شائع کیا۔ الحمدللہ کہ کافی جانکاہی کے بعد کانگریس نمبر چھپ کر تیار ہوگیا۔ کانگریس نمبر میں جس قدر مضامین ہیں وہ حالات حاضرہ ہیں۔ کانگریس نمبر میں قانون شکنی، ولایتی اشیا کا بائیکاٹ، اسکولوں اور کالجوں کا بائیکاٹ، ولایتی کپڑے کی فروخت یا اس کا بائیکاٹ، کھدر کی تحریک، مسلمانوں کو ولائتی کپڑا استعمال کرنا چاہئے یا سودیشی، دکانوں اسکولوں، کالجوں پر۔۔۔ اس شورش میں جو مسلمان مارے جاتے ہیں ان کا حکم؟

کانگریس نمبر میں ان باتوں پر شرعی وعقلی ہر حیثیت سے ایسی جامع مفصل اور غیر جانبدارانہ بحث کی گئی ہے جو اس وقت آپ کی نظر سے نہ گزری ہوگی۔ کانگریس نمبر ایک ایسا نادر اور بیش قیمت مجموعہ ہے جس کی ہر ہر سطر پر اس زمانہ میں نظر ہونا جب کہ ملک حکومت سے آزادی کی جنگ کررہا ہے۔ ہر مسلمان کے لیے ایک لازمی امر ہے۔ جلد طلب فرمایئے۔ ورنہ طبع ثانی کا انتظار کرنا ہوگا۔ قیمت ۸ روپے۔

نوٹ: وہ لوگ یادگار رضا کے اس وقت سے مستقل خریدار ہوجائیں گے انہیں کانگریس نمبر مفت ملے گا۔ اخبارات ورسائل کے ایجنٹوں کو معقول کمیشن ملے گا۔ ملنے کا پتہ: دفتر جماعت رضائے مصطفی بریلی۔

(منیجر یادگار رضا بریلی) [مرجع سابق، ۱۴؍جنوری ۱۹۳۱ء ص ۱۲]

یقین ہے ان نمبروں کے علاوہ بھی نمبر شائع ہوئے ہوں گے مگر وہ دستیاب نہیں۔ تلاش جاری ہے۔ ابتدا میں رسالہ کی قیمت سالانہ چار روپے رکھی گئی۔ اور پھر عوام وخواص، امیر وغریب، سب تک بآسانی رسالہ پہنچ سکے، سبھی اس سے مستفید ہوسکیں اس غرض سے جمادی الاخریٰ ۱۳۴۵ھ سے رسالہ کی قیمت تین روپے کردی گئی۔ اور جب احباب نے مشورہ دیا کہ بہت سے غریب باذوق حضرات اپنی غربت ومفلسی کے سبب رسالہ خریدنے سے قاصر ہیں تو ان کے استفادے کے لیے رسالہ کی قیمت ربیع الاول ۱۳۴۷ھ سے بجائے تین روپے کے دو روپے کردی گئی۔

اور چوں کہ رسالہ کی طباعت واشاعت جماعت رضائے مصطفی کے زیر اہتمام تھی اس لیے چندہ کی کمی اور رسالہ کے عدم تعاون اور زر سالانہ کم کرنے کی وجہ سے جماعت کا مالی نقصان لازمی تھا۔ اس لیے ضروری سمجھا گیا کہ اہل خیر حضرات کو اس کی اطلاع دی جائے اور ان سے دینی تعاون کی درخواست کی جائے تاکہ رسالہ بھی جاری رہے اور جماعت کا نقصان بھی نہ ہو۔ اور اس طرح جو بھی توجہ دلاتا اس کی آواز معتبر ومسموع ہونا بھی ضروری تھی اس

لیے رسالہ اور جماعت کی خاطر شہزادگان اعلیٰ حضرت یعنی حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہما کی ایک تحریر منیر بعنوان فرمان، رسالہ میں شائع ہوئی جسے ہم یہاں من وعن نقل کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

مبسملاو محمدلاو مصلیاو مسلما

ہمیں یہ معلوم کرکے کہ گزشتہ تین سال میں جماعت مبارکہ کو ''رسالہ یادگار رضا'' کی بدولت شدید مالی نقصان برداشت کرنا پڑا، سخت افسوس ہوا۔ یہ جماعت مبارکہ کا ایثار اور اس کا اعانت دین کا صادق جذبہ ہے کہ وہ اس قدر شدید مالی نقصان اٹھانے کے بعد انتہائی اولوالعزمی کے ساتھ یادگار رضا کو جاری رکھنے کے لیے تیار رہے۔ ہم یہ ظاہر کردینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ یادگار رضا کے جاری رکھنے کا واحد مقصد یہ ہے کہ یہ رسالہ جملہ اہل سنت کا ترجمان ہوکر مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اعانت اور مذہب ومذہبیات کی نشرواشاعت کرتا رہے۔ اور اس کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کو عمدہ پیرایہ میں مسلمانوں کے سامنے پیش کیا جاتا رہے۔ ہمارے خیال میں کوئی مسلمان جماعت مبارکہ کے اس مبارک اور زریں مقصد سے اختلاف نہیں کرسکتا۔ ہم نے کارکنان یادگار رضا کو اس جانب توجہ دلائی ہے کہ وہ رسالہ کی موجودہ ترتیب کو بدل کر رسالہ کو اس ڈھنگ پر لائیں کہ وہ عورتوں، بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کے لیے یکساں مفید ثابت ہو۔ مسلمانوں کے اخلاق اور معاشرت کی اصلاح کی جانب یادگار رضا میں خصوصیت کے ساتھ لحاظ ضروری اور مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب بھی بوقت ضرورت ہونا لازمی ہے۔

ہم جملہ اہل سنت کو عموماً اور رضوی حضرات کو خصوصاً اس جانب توجہ دلاتے ہیں کہ وہ یادگار رضا کی ہر ممکن اعانت کے لیے تیار ہوجائیں۔ اس کی اشاعت بڑھانے کی کوشش کریں۔ کیا رضوی حضرات اسے گوارا کریں گے کہ یادگار رضا جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی یادگار ہے وہ بند ہوجائے؟ اگر رضوی چاہتے ہیں کہ حضرت کی یہ یادگار قائم رہے اور اس سے مسلمان دین ودنیا فائدہ حاصل کریں تو ان کا پہلا فرض ہے کہ ہر رضوی رسالہ یادگار رضا اپنے اور اپنے دوست احباب کے نام جاری کرائے اور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اس کی کافی اشاعت کی کوشش کرے۔ اور یادگار رضا کی ہر ممکن اعانت کو اپنا فرض جانے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ یادگار رضا کو جو ملت حقہ کا سچا حامی وناصر ہے قائم دائم رکھے اور مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اس سے فائدہ حاصل کریں۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین۔

گدائے آستانہ وخادم سجادہ۔ فقیر حامد رضا قادری غفرلہ۔ فقیر مصطفی رضا قادری عفی عنہ

[یادگار رضا، محرم الحرام، ۱۳۴۸ھ ص ۲]

مختصر یہ کہ رسالہ اپنے دور میں دیگر رسائل وجرائد میں نمایاں وممتاز حیثیت رکھتا تھا۔ اور کیوں نہ رکھتا جب اس کی سرپرستی شہزادگان اعلیٰ حضرت قدس سرہما فرماتے ہوں۔ اور حضور حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم ہند، تاج العلما، صدر الافاضل، اہل سنت کے مشاہیر علما ومشائخ کی مقدس تحریریں اس کی زینت بنتی ہوں۔

وقت اجرا سے شوال ۱۳۵۰ھ تک کے اکثر شمارے فقیر کے پاس موجود ہیں۔ اس کے بعد رسالہ کی تفصیل فقیر کی نظر سے نہیں گزری۔ تلاش جاری ہے۔

نوری کرن:

شعبان ۱۳۷۸ھ مطابق مارچ ۱۹۵۹ء میں بریلی شریف سے نوری کرن ماہوار جاری ہوا۔ صوفی عزیز احمد رضوی بریلوی سرپرست وبانی تھے۔ اور مرتب کتاب شمع شبستان رضا، صوفی مولانا اقبال احمد نوری صاحب ایڈیٹر ہوئے۔

رسالہ میں کئی اہم نمبر شائع ہوئے۔ جنوری، فروری ۱۹۶۱ء کا شمارہ خاص نمبر بنام ''خیر البشر'' پر مشتمل تھا۔

صفر وربیع الاول ۱۳۸۱ھ مطابق جولائی، اگست ۱۹۶۱ء کا شمارہ افضل البشر نمبر کی شکل میں شائع ہوا۔ نومبر ودسمبر ۱۹۶۴ء

میں مودودی مذہب نمبر شائع ہوا۔علاوہ ازیں کئی اور نمبرات کا ذکر دستیاب رسائل میں ملا جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:
امام احمد رضا نمبر، مفتی اعظم نمبر، محدث اعظم پاکستان نمبر، تنظیم نمبر۔
حضور مفتی اعظم ہند، برہان ملت، پاسبان ملت، شیر بیشہ اہل سنت، مفتی افضل حسین، فقیہ ملت امجدی، تاج الشریعہ قدست اسرارھم اور دیگر مشاہیر اہل علم وقلم، مفتیان کرام اور قدآور شخصیات کے مبارک مضامین وفتاوی رسالہ میں شائع ہوتے تھے۔
خانقاہ رضویہ اور مشائخ خانقاہ کے معمولات وسرگرمیوں کا تفصیلی ذکر ہوتا تھا۔
جولائی، اگست ۱۹۶۱ء کے شمارہ زیر نظر ہے جس کے حساب سے رسالہ کی قیمت فی پرچہ ۷۵ نئے پیسے، اور زر سالانہ ۴ روپے تھی۔ رسالہ شاہی پریس سے طبع ہو کر نوری کرن کے دفتر بازار صندل خاں سے شائع ہوتا تھا۔
رسالہ معیاری، مضامین کا انتخاب عمدہ، اور کتابت وطباعت دیدہ زیب ہوتی تھی۔
فقیر کے پاس جولائی، اگست، ۱۹۶۱ء سے اپریل ۱۹۷۵ تک کے متفرق شمارے موجود ہیں۔ مزید تلاش جاری ہے۔ اندازے کے مطابق رسالہ ۱۹۷۵ء تک ہی جاری رہا۔
اس رسالے سے متعلق پیر سید غلام محی الدین صاحب سلیمانی کشمیری صاحب نے نوری کرن کے حوالے سے زبردست کلام لکھا ہے۔

ماہنامہ تحفہ رضویہ:

حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی سرپرستی اور حضرت حافظ افتخار ولی خاں صاحب پیلی بھیتی کی ادارت میں بریلی شریف سے یہ ماہنامہ اندازے کے مطابق ۱۹۵۵ء میں جاری ہوا۔ لگ بھگ ایک سال درمیان میں بند رہا اور پھر ۱۹۵۷ء کے اواخر میں اس کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔ درمیان رسالہ کے جاری نہ ہونے کے اسباب مدیر رسالہ نے کچھ یوں درج کئے ہیں ملاحظہ کریں:
تحفہ رضویہ کا یہ گیارہواں نمبر ہے جو قریب قریب ڈیڑھ سال کے بعد شائع ہوا ہے۔ اپنی مجبوریاں تحریر کروں تو پرچہ اسی سے پر ہو جائے۔ مختصر یہ کہ آخر نومبر ۵۵ء میں آپ کا مشہور ومعروف رضوی کتب خانہ قائم کردہ جناب حاجی سید ابو علی صاحب جو تقریباً دو سال سے بند پڑا ہوا تھا فقیر نے اپنے قبضہ میں کیا۔ اور ایک ملازم کے سپرد کر کے زیر مسجد بی بی جی دکان نمبر ۷ رمیں قائم کیا گیا۔ جس کا اعلان فقیر نے اپنے ضمیمہ وفہرست ماہ دسمبر ۵۵ء میں شائع کر دیا تھا۔ فقیر اچانک بیمار پڑ گیا۔ کچھ طبیعت ٹھیک ہوئی اور کبھی کبھی بریلی جا کر سرسری نظر ڈالتا رہا۔ اب میں اپنی شامت اعمال کہوں یا کیا کہوں؟ دکان کا کرایہ اور ملازم کی تنخواہ چڑھتی رہی۔ کتابوں کی فروخت ہوتی رہی لیکن روپیہ کا پتہ نہیں۔
مجبوراً ملازم کو علاحدہ کر کے خود اکتوبر تا دسمبر ۵۶ء تک بریلی میں رہ سب حساب کتاب کرتا رہا۔ ایک سال ایک ماہ تک تقریباً ڈیڑھ ہزار کا نقصان ہوا۔ اس نقصان کا صدمہ ایسا ہوا کہ دوبارہ پھر بیمار ہو گیا۔ تقریباً ۸ رماہ تک طبیعت بہت خراب رہی۔ یہ نقصان کا روپیہ بھی ادا کرنا پڑھ رہا ہے جو اس نقصان کے قرضہ میں اس وقت ۔۔۔۔۔ ادا کرنا ابھی باقی ہیں۔''
[تحفہ رضویہ، جنوری، ۱۹۵۸ء ص ۳]
اس رسالہ کی قدر معیار کو جاننے کے لیے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی درج ذیل تحریر منیر کافی ہوگی۔ ملاحظہ فرمائیں:

ضروری التماس:

بخدمات جملہ سنی اصحاب خصوصاً رضوی حضرات
عزیز سعید برادر دینی ویقینی حافظ افتخار ولی خاں صاحب رضوی سلمہ کو جو جذبہ خدمت مذہب وملت وحمایت سنت واہل سنت ونکایت بدعت واہل بدعت حاصل ہے، اس سے وہ نہایت قابل مبارکباد لائق ہزار تحسین وآفرین ہیں۔ مولی تعالیٰ انہیں زیادہ سے زیادہ توفیق خدمت دین متین حمایت مذہب متین ونکایت مفسدین عطا فرمائے۔ ان کی خدمتوں کو شرف قبول بخشے۔ ان کی خدمات سے اسلام وسنت ومسلمین کو نفع تام دے۔ سنی صاحبان کی بے احساسی دینی ومذہبی رسالوں سے کم رغبتی اور اس نازک ترین دور کی دقتوں کو دیکھتے ہوئے پھر اس

دینی رسالہ تحفہ رضویہ کا اجرا بڑی جرات کا کام ہے۔ جو غلبۂ جذبۂ حمایت وسنت ہی کا اثر ہے۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں بہتر سے بہتر جزائے خیر دے۔ اور ہزاراں ہزار برکات دارین سے انہیں مالا مال فرمائے۔

سنی مسلمانوں کو توفیق دے کہ وہ اس رسالہ کو ہاتھوں ہاتھ لیں۔ اور برغبت پڑھیں پڑھائیں خود خریدیں اوروں کو اس کی توجہ دلائیں۔ اس کی اشاعت اتنی بڑھائیں کہ ہر مسلمان گھر میں یہ رسالہ پہنچے۔ مسلمان کا ہر ہر فرد بچہ بوڑھا عورت مرد اس کے مضامین سے بہرہ مند ہو۔ نفع اٹھائے اور اس کے سبب ہر ضرر فتنہ وفساد وشر سے محفوظ رہے۔ علما ورؤسا وعمائد اہل سنت اس کی سرپرستی فرمائیں۔ حافظ افتخار ولی خاں کے اس تحفۂ رضویہ کو ہر طرح دلچسپ اور دیدہ زیب کرکے سرمایۂ افتخار بنائیں۔ اس خدمت دینی سے رضائے خداوندی رضائے احمدی حاصل فرمائیں۔ فقط۔

فقیر مصطفی رضا غفرلہ [مرجع سابق]

پرچہ کے سرورق پر یہ قطعہ درج ہوتا تھا:

ہے تحفہ تحفۂ ایمان سنت
عیاں ہیں اس سے انوار شریعت
الٰہی یہ رسالہ تا قیامت
رہے جاری بصد عز وکرامت

مجموعی طور رسالہ علمی وتحقیقی مضامین، فتاوی نادرہ اور منظومات پر مشتمل ہوتا تھا۔ رسالہ کی سالانہ قیمت اولاً تین روپیہ رکھی گئی اور دوبارہ اجرا ہونے پر چار روپے کردی گئی تھی۔

یہ رسالہ غالباً پہلے بریلی اور پھر ۱۹۵۷ء کے اواخر میں پیلی بھیت سے شائع ہوتا تھا۔ بریلی الیکٹرک پریس بریلی، سے چھپ کر شائع ہوتا تھا۔ کب تک جاری رہا اس سلسلے میں کہیں تفصیل نہیں ملی۔

ماہنامہ اعلیٰ حضرت:

جمادی الثانی ۱۳۸۰ھ مطابق، دسمبر ۱۹۶۰ء کو بریلی شریف خانقاہ رضویہ سے حضور مفسر اعظم ہند علامہ ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں قدس سرہ کی سرپرستی میں رسالہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت جاری ہوا۔ محترم عبد المجید قادری صاحب مدیر مقرر ہوئے۔ ماہنامہ کی اشاعت کے اسباب سے متعلق حضور مفسر اعظم ہند کا درج ذیل تاثر قابل مطالعہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

''عرصہ سے ایک ماہنامہ رسالہ کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی اہل سنت کے پاس نہ رسائل ہیں نہ اخبارات، خصوصاً ہندوستان میں اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ہر طرف باطل کی سیاہ کالی گھٹائیں چھاتی چلی جارہی ہیں۔ اور اس کا کوئی مداوا نہیں ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں کرنے کی ضروری چیز روزانہ اخبار ماہنامہ رسائل اور مدارس اہل سنت کی بڑے پیمانے پر امداد ہے۔

اس سے بھی زیادہ باہمی تعاون، اعتماد اور کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی مگر جو ہو رہا ہے اور انداز یہ ہے کہ ہوتا رہے گا۔ وہ ہے جمود، تعطل، بے حسی، افراتفری، مخلصوں اور محنت کشوں اور کارکنوں کو تنگ کرنا ان پر بے جا نکتہ چینیاں، گروپ بندیاں اور اس ٹائپ کی اور بہت کچھ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس ضرورت کے پیش نظر یہ رسالہ شائع ہو رہا ہے خدا کرے اس کی اشاعت میں کوئی رکاوٹ نہ پڑے۔ اس عزم پر شائع کیا جارہا ہے۔ بہرحال ضرور شائع ہونا ہے۔ خدا نے چاہا مستقبل شائع ہوگا۔ یہ رسالہ ایسا ہی چلے گا جیسا دار العلوم۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت ان شاء اللہ قمر نامہ ہی ہوگا۔ اور یہ ہو کر رہے گا۔''

[ماہنامہ اعلیٰ حضرت، دسمبر ۱۹۶۰ء ص ۲/ ۳۲، بحوالہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا جشن زریں نمبر، ص ۱۳۵]

رسالہ کے پہلے منیجر حافظ انعام اللہ صاحب تسنیم بریلوی نے رسالہ کے اجرا کے موقع پر فارسی منظوم کلام رقم فرمایا جو پہلے شمارے ہی میں شائع ہوا اصحاب ذوق کے لیے پیش ہے ملاحظہ ہو:

چراغ اعلیٰ حضرت جلوہ گر شد
چو مہر وماہ بر چرخ صحافت
تعالیٰ اللہ از تابانی او
بود روشن دل ہر اہل سنت
بہ کشت نجدیت چوں برق خاطف
چو باران کرم بر اہل سنت
بہ مدح مصطفی رطب اللساں ہست

چہ شیریں ہست نام اعلیٰ حضرت
بہ زیر سر پرستیٔ براہیم
رخ تاباں نمود ست اعلیٰ حضرت
براہیم آں مفسر آں محدث
کہ چوں اونیست کس در اہل سنت
عرب ہم پیشوائے خویش خوانند
زہے ایں عز و شانِ اعلیٰ حضرت
طفیلِ ساقیِ تسنیم و کوثر
منم تسنیم مست اعلیٰ حضرت

[ماہنامہ اعلیٰ حضرت، دسمبر ۱۹۶۰ء، بحوالہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت کا جشن زریں نمبر ص ۳۱۳]

رسالہ کے پہلے مدیر حضرت عبدالمجید قادری صاحب تھے۔ اور پھر اس کے بعد ۱۹۶۴ء میں حضور ریحان ملت علامہ ریحان رضا خاں علیہ الرحمہ مدیر ہوئے۔ اور آپ کے وصال کے بعد حضرت علامہ سبحان رضا خاں سبحانی میاں دامت معالیھم عہدۂ ادارت پر فائز ہوئے۔ ان حضرات کے علاوہ کئی اصحاب علم وفکر معاون مدیر، کی حیثیت سے رسالہ کی ترویج میں کوشاں رہے۔

۱۹۶۲ء مئی سے ستمبر ۲۰۱۸ء تک مختلف شمارے ہمارے پیش نظر ہیں۔ مئی ۱۹۶۲ء کے شمارہ کے سروق پر جلد کی جگہ قمر اور نمبر کی جگہ طلوع لکھا ہوا۔ اور یہ انداز بالکل منفرد ہے۔ رسالہ کی قیمت چھ آنے اور زر سالانہ چار روپے لکھی ہوئی ہے۔ اور جولائی و اگست ۱۹۶۴ء کے سرورق پر قیمت فی کاپی سات آنے اور سالانہ پانچ روپے لکھی ہے۔ مارچ ۱۹۷۰ء کے سرورق پر فی پرچہ ۶۰ پیسے، اور سالانہ قیمت چھ روپے لکھی ہے۔

رسالہ کی خصوصیات میں سے ہے کہ رسالے میں علمی تحقیقی، معیاری مضامین ہی شائع ہوئے۔ نامور مشاہیر اصحاب علم وقلم کی علمی و قلمی نوازشات رسالہ کی زینت بنی۔ حضور مفسر اعظم ہند، حضور ریحان ملت، حضور مجاہد ملت، حضور پاسبان ملت، حضور شمس الدین جونپوری، حضور تاج الشریعہ قدس سرہ جیسی قدآور شخصیات کی مبارک تحریریں رسالہ کی زینت رہیں۔

المختصر رسالہ اپنے معرض وجود میں آنے سے تاہنوز مذہبی ومسلکی ضیا پاشیوں سے قوم کو منور ومشرف کرنے میں مصروف ہے۔

دامن مصطفی:

جنوری ۱۹۸۲ء سے پندرہ روزہ دامن مصطفی بریلی شریف سے جاری ہوا۔ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے حکم پر یہ جاری ہوا جیسا کہ سرورق کیصد ر السطور سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔

"بحکم شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت
آفتاب شریعت ماہتاب طریقت حضرت علامہ
الحاج شاہ محمد مصطفی رضا خاں صاحب غوث عالم
مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا"

[دامن مصطفی بریلی، یکم ستمبر ۱۹۸۲ء]

یہ رسالہ نواسۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت خالد ملت علامہ خالد علی خاں علیہما الرحمہ کی سرپرستی اور خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند حضرت مفتی محمد اعظم علیہ الرحمہ کی ادارت میں ناظم پریس رامپور سے چھپ کر دفتر دامن مصطفی دارالعلوم مظہر اسلام مسجد بی بی بہاری پور بریلی شریف، سے شائع ہوتا تھا۔

رسالہ کی قیمت فی پرچہ ۷۵ر پیسے اور سالانہ پندرہ ۱۵ر روپے رکھی گئی تھی۔

رسالہ سیرت، سوانحات، فتاوی، منظومات اشتہارات وغیرہ مذہبی مضامین پر مشتمل ہوتا تھا۔ مجموعی طور پر رسالہ بہت ہی معیاری ہوتا تھا۔ رسالہ کب تک جاری رہا اس سلسلے میں کچھ تحقیق نہیں۔ البتہ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ مطابق فروری ۱۹۸۶ء کے ایک رسالہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آگے چل کر یہ رسالہ پندرہ روزہ سے ماہنامہ میں تبدیل ہو گیا تھا۔ اور اس کی قیمت فی پرچہ ڈھائی روپے اور سالانہ ۲۵ر روپے ہو گئی تھی۔

سالنامہ تجلیات رضا:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصانیف اور نادر مخطوطات کی تحقیق، طباعت اور اشاعت کی غرض سے ۲۲ر ذوالحجہ ۱۴۲۱ھ مطابق مارچ ۲۰۰۱ء بروز اتوار اہل سنت کے جلیل القدر علما و مشائخ خصوصاً تحسین ملت حضور علامہ تحسین رضا خاں بریلوی اور بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی قدست اسرارھم کے

ہاتھوں امام احمد رضا اکیڈمی کا افتتاح ہوا۔

اور پھر ایک سال بعد یعنی مئی ۲۰۰۲ء میں امام احمد رضا اکیڈمی کے زیر اہتمام حضرت علامہ مولانا محمد حنیف خاں صاحب رضوی بریلوی دامت معالیھم کی ادارت میں یوم مفتی اعظم ہند کے مبارک موقع پر رضا اکیڈمی کے اغراض ومقاصد، سرگرمیوں کی تفصیل اور اہل سنت خاص کر رضویت کے فروغ کے لیے سالنامہ ''تجلیات رضا'' کا اجرا ہوا۔ جس کا سلسلہ تاہنوز جاری ہے۔ تجلیات رضا میں کئی خصوصی نمبر بھی شائع ہوئے۔ فی الحال ہمارے پیش نظر صرف تین خصوصی نمبر ہیں۔

صدر العلماء محدث بریلوی نمبر:

یہ خصوصی نمبر حضور صدر العلما علامہ تحسین رضا خاں رضوی بریلوی قدس سرہ کے عرس چہلم کے موقع پر شائع ہوا۔ حضرت کا وصال ۱۸؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ بروز جمعہ ہوا۔ عرس چہلم رمضان المبارک کی آمد کے سبب چار روز قبل ہی منایا گیا۔ لگ بھگ ۲۳، ۲۴ دن میں ۶۴۰؍صفحات پر مشتمل نمبر تیار ہوا۔ اکابر علما ومشائخ کے تعزیتی خطوط، تاثرات اور سوانحات پر مشتمل مضامین نمبر کی زینت ہیں۔ نمبر مجموعی طور پر بہت ہی معیاری ہے۔ دیدہ زیب سرورق، عمدہ طباعت اور حسن ترتیب نے نمبر کا وزن مزید بڑھا دیا ہے۔

بحر العلوم نمبر:

بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ کی شخصیت سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ ۷؍ربیع الآخر، ۱۳۴۴ھ مطابق ۲۶؍نومبر ۱۹۲۵ء مبارک پور اعظم گڑھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ اور ۱۴؍محرم الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق ۲۹؍نومبر ۲۰۱۲ء شب جمعہ آپ کا وصال ہوا۔ ایک سال کے بعد یعنی ۲۰۱۳ء میں آپ کی مذہبی ومسلکی خدمات اور علمی سرگرمیوں کے حوالے سے تجلیات رضا کا خصوصی شمارہ بعنوان ''بحر العلوم نمبر'' شائع ہوا۔ یہ نمبر بارہ سو (۱۲۰۰) صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں اکابر علما ومشائخ کے تاثرات، تعزیتی خطوط، بحر العلوم کی علمی وعملی سرگرمیوں اور حیات مبارکہ کے اکثر گوشوں پر اہل قلم کے مضامین شامل ہیں۔ مختصر یہ کہ نمبر بحر العلوم کے تعارف میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ طباعت، ترتیب مضامین، عناوین کا حسن انتخاب خوبصورت سرورق نے کتاب کی زینت میں چار چاند لگا دئے ہیں۔

جہان تاج الشریعہ:

نبیرہ اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان ازہری قادری نور اللہ مرقدہ، ۲۰؍جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۱۴؍ذی قعدہ ۱۳۶۱ھ منگل کے دن محلہ سوداگران بریلی شریف میں پیدا ہوئے۔ اور ۶؍ذی قعدہ ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰؍جولائی ۲۰۱۸ء بروز جمعہ بوقت مغرب آپ کا وصال ہوا۔ ۳۰؍اگست ۲۰۱۸ء بروز جمعرات عرس چہلم کی تقریب عمل میں آئی۔

آپ کے وصال کا غم ابھی بھی تازہ ہے۔ آنکھیں ابھی تک نم ہیں۔ تاج الشریعہ خود میں ایک انجمن تھے۔ ایک ادارہ تھے۔ ایک خاندان تھے۔ ان کے وصال سے اہل سنت پر سکتہ کی کیفیت طاری ہے۔ ہند و پاک بلکہ پورے عالم اسلام میں ان کے وصال پر رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔ تحریری وتقریری اپنے اپنے طور پر لوگوں نے خراج پیش کیا۔ حضرت کے عرس چہلم کے موقع پر حضرت کی سیرت وسوانح پر مشتمل بہت سی کتابیں اور آپ کی علمی وعملی خدمات، مبلغانہ ومجاہدانہ سرگرمیوں، دینی ودنیاوی مصروفیات اور مذہبی ومسلکی کارکردگیوں پر مشتمل بہت سے نمبر شائع ہوئے۔ انہیں میں ایک نمبر تجلیات رضا کا ''جہان تاج الشریعہ'' ہے۔ ۱۳۴۴؍صفحات کا یہ ضخیم نمبر تاج الشریعہ کی حیات طیبہ پر دیگر نمبروں، سے نمایاں ومنفرد حیثیت کا حامل ہے۔

تاج الشریعہ کے حوالے سے اہل علم وتحقیق کے نزدیک بلاشبہہ یہ ایک بڑا ماخذ ہے۔ نمبر میں عالم اسلام کی معروف ومعتبر شخصیات، ذمہ داران مدارس، مشائخ خانقاہ، علما وفضلا، دانشوران سیاست، اصحاب قلم، ارباب قوم وملت کے معرکۃ الآرا مضامین، تعزیتی خطوط، دردمندانہ تاثرات اور وصال وبعد وصال تقریبات وغیرہ پر مشتمل اخبارات ہند وبیرون ہند کی

خبریں، شامل ہیں۔ المختصر مجموعی اعتبار سے جہان تاج الشریعہ" ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت سے بہت ہی قیمتی نمبر ہے۔

سنی دنیا:

۱۳؍محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۱؍نومبر ۱۹۸۱ء میں حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کا وصال ہوا۔ آپ کی یاد میں ایک سال کے بعد حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کی سرپرستی اور آپ کے برادر صغیر حضرت منان رضا خاں منانی میاں کی نگرانی میں بریلی شریف سے صفر المظفر ۱۴۰۳ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۲ء کو ماہوار رسالہ "سنی دنیا" کا اجرا ہوا۔ رسالہ کے مدیر مولانا عبد النعیم عزیزی بلرام پوری مقرر ہوئے۔ ان کے بعد مفتی یونس مونس اویسی صاحب اور مولانا عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب بھی مدیر ہوئے۔ آخر الذکر تا حال منصب ادارت پر فائز ہیں۔

اور شہزادۂ تاج الشریعہ علامہ عسجد رضا خاں صاحب دام ظلہ نگراں ومدیر اعلیٰ ہیں۔ پہلی جلد کا دوسرا شمارہ یعنی ربیع الاول ۱۴۰۳ھ مطابق جنوری ۱۹۸۳ء اور اس کے بعد سے اب تک کے مختلف سالوں کے متفرق شمارے ہمارے سامنے ہیں۔ جن کی روشنی میں یہ تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔ رسالہ دینی، مذہبی، مسلکی، مشربی، علمی، تحقیقی، تمدنی، روحانی اور اصلاحی ہر اعتبار سے قابل مطالعہ ہے۔ رسالہ میں عمدہ مضامین کا انتخاب خوب سے خوب تر ہوتا ہے۔ اسلامیات، فقہیات، رضویات رسالہ کا خاص حصہ ہیں۔ مشاہیر اہل علم وقلم کی نگارشات، اعلیٰ حضرت کی نادر مطبوعات، اور خانوادۂ رضا خاص کر تاج الشریعہ کی مذہبی ومسلکی خدمات ومصروفیات ، نگارشات، فتاوی جات کا وافر حصہ رسالہ میں پایا جاتا ہے۔

رسالہ کے اب تک کئی خصوصی نمبر بھی منظر عام پر آچکے ہیں۔ جن میں سے "مولانا حسن بریلوی نمبر" کو زیادہ مقبولیت وشہرت حاصل ہوئی۔ علاوہ ازیں صدر العلما نمبر اور ۱۱۷۶؍صفحات پر مشتمل حضور تاج الشریعہ کے حوالے سے خصوصی نمبر بنام "نقوش تاج الشریعہ" جو تاج الشریعہ قدس سرہ کے عرس چہلم کے موقع پر شائع ہوا۔ خاص کر قابل ذکر ہے۔ مجموعی طور پر سنی رسائل میں سنی دنیا کو انفرادی حیثیت حاصل ہوئی۔ عوام کے استفادے کی غرض سے اب یہ رسالہ اردو کے ساتھ ہندی میں بھی شائع ہوتا ہے۔

سہ ماہی امین شریعت:

حضور علامہ سبطین رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی یاد میں آپ کے شہزادے گرامی وقار حضرت علامہ مفتی سلمان رضا خاں صاحب دام ظلہ کی سرپرستی ونگرانی میں مولانا مفتی محمد اشرف رضا خاں صاحب قادری کی ادارت میں بریلی شریف سے جون ۲۰۱۶ء کو علما ومشائخ خاص کر حضور محدث کبیر دامت معالیھم کے دست حق پرست سے سہ ماہی "امین شریعت" کا اجرا ہوا۔ رسالہ میں معیاری مضامین، رسالہ کے معیار کا پتہ دیتے ہیں۔ مشاہیر اہل قلم کی علمی وتحقیقی نگارشات، رسالہ کا خاص حصہ ہیں۔ رسالہ کے اجرا کو دو سال ہوئے اور اس قدر قلیل مدت میں رسالہ کے اب تک دو نمبر منظر عام پر آچکے ہیں۔

امین شریعت نمبر:

۷۰۴؍صفحات پر مشتمل حضور امین شریعت قدس سرہ کی سوانح واحوال زندگی، مذہبی ومسلکی خدمات، اور مبلغانہ ومجاہدانہ سرگرمیوں اور مخلصانہ کارکردگیوں کے حوالے سے ایک ضخیم نمبر بنام "امین شریعت نمبر" شائع ہوا جس کی رسم اجرا حضور تاج الشریعہ کے مقدس ہاتھوں عمل میں آئی۔ اس نمبر کے مستند ومعتبر ہونے کے لیے نمبر میں شامل حضور تاج الشریعہ کے دعائیہ کلمات کافی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجھے یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ عزیز القدر مولانا اشرف رضا قادری زید مجدہ امین شریعت حضرت مولانا سبطین رضا قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات وخدمات پر مشتمل مقالات کا مجموعہ منظر عام پر لا رہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور انہیں دین متین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق رفیق

عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ واکرم التسلیم۔"[امین شریعت نمبر]

تصانیف تاج الشریعہ نمبر:

یہ بھی عجب اتفاق ہے کہ جس رسالہ کا پہلا نمبر تاج الشریعہ قدس سرہ کے دست حق پرست سے جاری ہوا۔ دوسرا نمبر انہیں کی حالات وخدمات کے حوالے سے شائع ہوا۔ حضور تاج الشریعہ قدس سرہ کے عرس چہلم کے موقع پر سہ ماہی امین شریعت کا ''تصانیف تاج الشریعہ'' شائع ہوا۔ جس کی رسم اجرا حضور محدث کبیر دامت معالیھم کے مبارک ہاتھوں ہوئی۔ یہ نمبر اپنے عنوان کے اعتبار سے جملہ رسائل سے جداگانہ اور انفرادی حیثیت کا حامل ہے۔ اس میں شامل مقالات ومضامین تاج الشریعہ کی قلمی خدمات پر مشتمل ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ نمبر علمی وتحقیقی مضامین ومقالات کا بہترین مجموعہ ہے۔ رسالہ کے اردو ایڈیشن کی مقبولیت کے بعد ہندی ایڈیشن بھی منظر عام پر آ گیا ہے۔

الغرض:

مرکز اہل سنت بریلی شریف کی صحافتی خدمات کا یہ ایک مختصر سا خاکہ ہے، جو سرسری طور پر عجلت کے ساتھ پیش کیا گیا۔ اگر مرکز کی صحافتی خدمات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جائے تو مجلد کے مجلد تیار ہو جائیں۔ مگر ارباب نظر واصحاب ذوق کے لیے یہ بھی کم نہیں ہے۔ اگر تعصب کی عینک ہٹا کر مذکورہ اوراق پڑھے جائیں تو قاری یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مرکز اہل سنت بریلی شریف صحافتی خدمات کے حوالے سے بھی مرکزیت کا حق رکھتا ہے۔ اللہ پاک اہل سنت کے اس مرکز کو سلامت رکھے۔

آمین بجاہ النبی الامین الکریم علیہ الصلاۃ و التسلیم۔

❁❁❁

مدرسہ حنفیہ پٹنہ اور امام احمد رضا

ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ

چودھویں صدی ہجری کے مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان کی پاکیزہ تعلیمات ونظریات کو عام کرنے میں صوبہ بہار بالخصوص عظیم آباد پٹنہ کا کردار بہت اہم اور ناقابل فراموش ہے۔ تاریخی حقائق کی چھان بین سے، بہار کے علماء ومشائخ کی امام احمد رضا سے والہانہ وابستگی اور امام احمد رضا کے ان حضرات سے عقیدت مندانہ مراسم کا پتہ چلتا ہے۔ ''خدا بخش لائبریری'' پٹنہ میں محفوظ ماہنامہ ''تحفہ حنفیہ'' (مخزن تحقیق) کی فائلوں کے مطالعہ سے، بہت سے ایسے مخفی گوشے سامنے آتے ہیں جس کا اظہار یقینا خوش گوار حیرت سے دوچار کردے گا---- امام احمد رضا کی تصانیف، مضامین اور نعتیں، اس عہد میں جس کثرت سے عظیم آباد سے شائع ہوئیں، اتنی شاید کہیں اور سے نہیں۔ یہ شہر آپ کے افکار ونظریات کی اشاعت کا بہت بڑا مرکز تھا، جس نے تاریخ میں سنہ مٹنے والے گہرے نقوش چھوڑے۔ آج ہم انہیں نقوش کو رہنما بنا کر تاریخ کے دریچوں سے اپنے ماضی کو آواز دینا چاہتے ہیں۔ شاید وہ لوٹ آئے اور ایک نئے دور کا آغاز ہو۔

امام احمد رضا کے عظیم آبادی خلفاء میں حضرت مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی کا نام اس حیثیت سے بہت نمایاں ہے کہ انہوں نے آپ کے افکار ونظریات کو عام کرنے میں تقریر، تحریر، تنظیم اور مدرسہ، تمام مؤثر ذرائع کو بروئے کار لایا۔ قاضی صاحب نے مجلس اہلسنت پٹنہ، ماہنامہ ''تحفۂ حنفیہ'' (مخزن تحقیق) ''مدرسہ حنفیہ'' (مدرسہ اہل سنت) پٹنہ، اور ''مطبع اہلسنت'' قائم کرکے جس تحریر کا آغاز کیا تھا، اس کے اثرات دور دور تک پھیلے اور محسوس کئے گئے۔ ان تمام تحریکات کے اثرات کو چند صفحات میں سمیٹنا آسان نہیں۔ اس کے لئے ارباب فکر وتحقیق کو اس طرف متوجہ کرنے کی ضرورت ہے----- چودھویں صدی کی ابتدائی دہائیوں پر مشتمل عظیم آباد کی یہ ملی تاریخ، فکر واعتقاد اور مذہب ومسلک کے حوالے سے بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ یہ اگر سامنے آجاتی ہے تو ملت کے درمیان بڑھتی ہوئی ذہنی خلیج کو پاٹنے کی راہ فطری طور پر آسان ہوجائے گی۔ سردست ہم صرف ایک عنوان ''امام احمد رضا اور مدرسہ اہلسنت پٹنہ'' پر گفتگو کرتے ہیں جو عظیم آباد کی اسی اہم تاریخ کا ایک اہم حصہ ہے۔

مدرسہ اہلسنت پٹنہ یکم ربیع الاول ۱۳۱۸ھ میں مجلس اہلسنت پٹنہ کے ماتحت قائم ہوا تھا۔ [۱] اور یہ مجلس مرکزی مجلس اہلسنت بریلی کے ماتحت تھی۔ [۲] مجلس اہلنست پٹنہ کے سرپرست جناب حضور سید شاہ امین احمد فردوسی زیب سجادہ خانقاہ معظم بہار شریف تھے [۳] اور قاضی عبدالوحید صاحب اس کے منتظم تھے ------ جب مدرسہ اہلسنت قائم ہوا تو اس کے بھی سرپرست آپ ہی ہوئے۔ [۴] اس طرح مجلس اہلسنت اور مدرسہ اہل سنت دونوں کی خدمات میں آپ کی شمولیت، مشورہ اور اعانت وفیض بخشی کا ثبوت فراہم ہوجاتا ہے----- پٹنہ کی دوسری خانقاہوں میں سید شاہ بدرالدین صاحب پھلواری، سید شاہ عزیز الدین احمد صاحب قمری میتن گھاٹ، سید شاہ نصیر الحق

صاحب دیوان محلہ پٹنہ کے اسماء گرامی بھی مدرسہ کے معاونین میں نظر آتے ہیں۔جس کی تفصیل اپنے دوسرے مضمون ''مدرسہ اہلسنت پٹنہ کی خدمات اور احوال وکوائف''میں پیش کروں گا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کا،اس مدرسہ سے گہرا ربط تھا اور کئی اعتبار سے تھا۔جس کی قدرے اجمالی تفصیل یہ ہے۔

(۱) یہ مدرسہ مجلس اہلسنت پٹنہ کے ماتحت تھا اور یہ مجلس ''مرکزی مجلس علماء اہل سنت بریلی'' کے ماتحت تھی نیز اس مدرسہ کے قیام کی راہ ہموار کرنے والے اسی مرکزی مجلس کے سرگرم رکن تھے۔مثلاً مولانا حکیم عبدالقیوم بدایونی اور مولانا محب احمد صاحب[۱]

(۲) اس کے بانی امام احمد رضا بریلوی کے خلیفہ ومجاز حضرت قاضی عبدالوحید عظیم آبادی تھے۔

(۳) اس مدرسہ میں امام احمد رضا کی کتابیں داخل نصاب تھیں۔

(۴) اسی مدرسہ کے پہلے عظیم الشان جلسہ رجب ۱۳۱۸ھ میں آپ کا پٹنہ آنا ہوا اور اسی جلسہ میں مولانا عبدالمقتدر بدایونی نے آپ کے مجدد ہونے کا اعلان کیا۔

(۵) ۱۳۱۸ھ میں ہی جلسہ اہلسنت کلکتہ سے واپسی پر قاضی صاحب کے ہمراہ آپ کا پٹنہ آنا ہوا اور اسی سفر میں ثاقب عظیم آبادی کے والد جناب منشی علی حسن صاحب،کاتب رسالہ ''تحفہ حنفیہ'' نے آپ کی شان میں قصیدہ پیش کیا۔

یہ ساری باتیں اپنی جگہ اہم ہیں اور وضاحت کی متقاضی ہیں۔اس مختصر مضمون میں ان تمام گوشوں پر تفصیلی وضاحت ممکن نہیں۔صرف چند وضاحتی اشاریہ پیش ہیں۔

مدرسہ حنفیہ کا نصاب تعلیم اور امام احمد رضا:

مدرسہ حنفیہ کا نصاب تعلیم عربی،فارسی،اردو تینوں زبانوں کی کتابوں پر مشتمل ہے اور اتنا جامع ہے کہ اس کی تکمیل کے بعد کسی فن میں تشنگی کا احساس نہیں رہتا۔نیز علوم وفنون کے ساتھ عقائد میں پختگی پیدا کرنے والی کتابیں بھی شامل رکھی گئی ہیں،جو قاضی صاحب کا بنیادی مقصد تھا۔اس نصاب کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے مختلف رسائل اور محشیٰ کتابیں داخل نصاب ہیں۔کہیں کہیں تاج الفحول حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی،حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی اور مہتمم مدرسہ جناب قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی کے بھی رسائل ومحشیٰ کتابیں نصاب میں شامل تھیں،امام احمد رضا کے جو رسائل اور محشیٰ کتابیں داخل نصاب تھیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) صرف ـــــ علم الصیغہ محشی بحواشی امام احمد رضا[۲]

(۲) منطق ـــ بدیع المیز ان کی جگہ۔رسالہ امام احمد رضا[۳]

(۳) اصول فقہ ـــ مسلم الثبوت۔محشی بحواشی امام احمد رضا[۴]

(۴) کلام ---- رسالہ امام احمد رضا [رسالہ کا نام درج نہیں] [۵]

(۵) اصول حدیث ـــ شرح نخبۃ الفکر حامل المتن از امام احمد رضا[۶]

(۶) فارسی میں ـــــ فتوح العقائد کی جگہ رسالہ عقائد امام احمد رضا [رسالہ کا نام درج نہیں] [۷]

نصاب میں امام احمد رضا کے رسائل اور حواشی کی شمولیت سے جہاں ان فنون پہ امام احمد رضا کے رسائل وحواشی کا پتہ چلتا ہے۔وہیں اس کی اہمیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور غالباً امام احمد رضا کے رسائل وحواشی کو نصاب میں شامل کرنے کی اولیت بھی مدرسہ حنفیہ پٹنہ ہی کو حاصل ہے ـــــ اس عہد میں کسی دوسرے مدارس[۱] کے نصاب میں اعلیٰ حضرت کی کتابوں کی شمولیت کا تذکرہ میرے مطالعہ سے اب تک نہیں گذرا۔

مدرسہ کے مختلف اجلاس اور امام احمد رضا:

رجب ۱۳۱۸ھ میں اس مدرسہ کا سات روزہ جلسہ ۷/تا ۱۳/رجب منعقد ہوا،جس میں ہندوستان کے مشاہیر علماء اہلسنت اور بہار بالخصوص عظیم آباد پٹنہ کے علماء نے محبت،خلوص اور جذبوں کے ساتھ شرکت فرمائی ـــــ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی بھی اس میں شریک تھے،یہاں آپ کی جو پذیرائی ہوئی،وہ عظیم آباد کی تاریخ کا ایک زریں باب ہے۔اس اجلاس

کی صدارت ۲؎ جناب حضور سید شاہ امین احمد صاحب فردوسی نے فرمائی تھی اور اسی میں حضرت مولانا عبدالمقتدر بدایونی نے آپ کے مجدد ہونے کا اعلان کیا، اور کبار علماء ومشائخ نے اس کی تائید فرمائی تھی ۳؎ امام احمد رضا نے اسی اجلاس کے لئے ایک قصیدہ'' آمال الابرار والام الاشرار لکھا جو حکیم عبدالحمید پریشاں عظیم آبادی کے قصیدہ ۴؎ کے رد میں تھا۔ اس قصیدہ میں اجلاس میں شریک ہونے والے مشاہیر علماء اہلسنت اور عظیم آباد کے مشائخ عظام کے اسماء گرامی بھی نظم ہوئے ہیں اس قصیدہ کا دو شعر یہاں ملاحظہ کریں جو عظیم آباد سے متعلق ہے۔

عظیم آباد صار بھم سماء
مکوکبۃ کواکبھا سعود
و فطنطھم لفطنۃ سد فتنہ
فسوق فسوقھا بھم کسید

ترجمہ: عظیم آباد ان کے سبب ستاروں سے آباد، وہ آسمان ہوگیا جس کے ستارے سعد ہیں۔ ان کی زیرکی پٹنہ کے لئے فتنہ کی روک ہے، ان کے سبب سرکشی فتنہ کا بازار سرد ہے۔

مدرسہ کا یہ سات روزہ اجلاس (۷؍تا۱۳؍رجب ۱۳۱۸ھ) اپنی نوعیت کا منفرد اور تاریخی اجلاس تھا جس میں سینکڑوں کی تعداد میں علماء ومشائخ شریک ہوئے، امام احمد رضا نے اس اجلاس میں پرزور خطاب فرمایا، جس کے بعض حصے قاضی عبدالوحید صاحب نے مدرسہ کے روداد اول'' دربار حق وہدایت'' ۱۳۱۸ھ میں شائع کردیے ہیں، جو روداد کے صفحہ ۱۰۵ سے ۱۲۸ تک پھیلے ہوئے ہیں۔

مدرسہ کا دوسرا سالانہ جلسہ ۲۲، ۲۳، ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ روز سہ شنبہ تا پنج شنبہ منعقد ہوا۔ قاضی صاحب نے اس جلسہ اور سالانہ امتحان کی کیفیتوں کو'' تحفہ حنفیہ'' میں تفصیلاً بیان کیا ہے جس سے مہمانوں کی آمد، مدرسہ میں ان کے قیام، مدرسہ کی عمارت وسجاوٹ کا نقشہ، پورے طور پر سامنے آجاتا ہے۔ اسی جلسہ کے موقع سے مدرسہ کے شرقی دروازہ پر مدرسہ اور قاضی صاحب کے تعلق سے ایک تاریخی قطعہ آویزاں تھا، یہ تاریخی قطعہ اعلیٰ حضرت کا نظم کردہ تھا۔ قاضی صاحب کے الفاظ میں اس کی کیفیت ملاحظہ کریں۔

'' درجہ اول کی پشت پر جو چوراہا پر واقع ہے اور مدرسہ کے غربی دروازہ پر ایک بڑے کاغذ پر نہایت وضاحت سے سالانہ جلسہ مدرسہ اہلسنت وجماعت پٹنہ بخشی محلہ لکھ کر چسپاں کیا گیا تھا اور شرقی پھاٹک پر جو لب سڑک ہے، پہلی عبارت مذکورہ، سفید کپڑے کے بہت واضح حروف تراش کر ایک بہت بڑے لمبے چوڑے سرخ کپڑے پر ان کو نہایت سطر بندی کے ساتھ لگایا گیا تھا۔ جس کو متوسط نظر والا بھی دور سے پڑھ سکتا تھا اور اس عبارت کے اوپر سفید کاغذ کے پورے تختہ پر بخط نسخ یہ قطعۂ تاریخ بناء مدرسہ از نتائج طبع اعلی، امام اہل سنت اعلی حضرت فاضل بریلوی دام فیوضھم لکھ کر زیب مدرسہ کیا گیا تھا۔

یا طالباً حسن المآب - ابشر فذا نھج الصواب
عبد الوحید بنا ھنا - بیتاً لدرس مستطاب
بالزبر تدعو البیّنات - جی عندہ علم الکتاب
۱۳۱۹ھ

۱۳۲۳ھ میں قاضی صاحب نے چاہا کہ مدرسہ کا سالانہ جلسہ پھر اسی تزک واحتشام سے کریں اور بیرونی علماء وشہر کے معززین کو مدعو کریں بالخصوص اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی کے پٹنہ آنے کی دعوت دیں، تاکہ مدرسہ کو ترقی ہو------اور علم کی روشنی پھیلے، جہالت کی تاریکیاں دور ہوں۔ مگر حالات کچھ ایسے ہوگئے کہ امام احمد رضا بریلوی کے پٹنہ لانے کا پروگرام ملتوی ہوگیا اور قاضی صاحب نے ان کے نہیں آنے کے سبب وہ پروگرام بھی منسوخ کردیا، یہ سارے حالات قاضی صاحب کے قلم سے ملاحظہ کریں جسے انہوں نے ماتشائون الا ان یشاء اللہ۔ کی سرخی کے ساتھ اپنے رسالہ'' تحفہ حنفیہ'' میں شائع کردیا ہے، لکھتے ہیں:

'' خیال تھا کہ جلسۂ سالانہ امتحان طلبہ نہایت تزک و احتشام سے ہو، بیرونجات کے علماء وشہر کے عوام و خواص شریک ہوکر اپنی رائے سے وہ امید میدان ظہور میں لائیں، جن سے مدرسہ ترقی کرتا جائے اور

قیام کی صورت جلوہ آرائی فرمائے، غرض وہ تدبیر بتائیں جن سے علمی پھریرا تمام ہندوستان میں لہرائے، جہالت کی ظلمت جائے، کثرت سے طلبہ فارغ التحصیل نکلیں اور عقائدِ حقہ وعلوم نافع سے سر زمین ہند کو بھر دیں، جب تک یہ بات نہ ہوگی بدمذہبی کی وبائے عام ہرگز نہ جائیگی ---- لیکن وہی، جبتک خداوند کریم نہ چاہے، بندہ عاجز کیا کرسکے، اس امر کا انصرام حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کی تشریف آوری پر موقوف تھا، وہابیہ نے ہر طرح سے عاجز ہوکر یہ کاروائی کی کہ حضرت صاحب ممدوح پر جھوٹے مقدمے قائم کردئے اور ان کی پیشی اسی ماہ شعبان میں تھی، ایسی حالت میں حضرت فاضل ممدوح کا تشریف لانا نہ ہوسکا، لہذا بندہ نے اس خیال کو آئندہ پر موقوف رکھا اور مجرد امتحان ہوگیا" [1]

امام احمد رضا کی شان میں کہا گیا عظیم آبادی قصیدہ:

۱۳۱۸ھ میں کلکتہ میں جلسہ اہل سنت منعقد ہوا، اس میں اعلی حضرت امام احمد رضا بریلوی اور قاضی عبد الوحید عظیم آبادی شریک تھے۔ اختتام جلسہ کے بعد امام احمد رضا قاضی صاحب کے ہمراہ پٹنہ تشریف لائے۔ [2] تو مدرسہ اہل سنت کے اسٹاف جناب منشی علی حسن صاحب (والد ثاقب عظیم آبادی) نے امام احمد رضا کی شان میں ایک قصیدہ کہا اور ایک مجلس میں اس قصیدہ کو پڑھ کر سنایا جس میں امام احمد رضا موجود تھے۔

یہ تاریخی حقیقتیں اس بات کی علامت ہیں کہ اہل عظیم آباد اور امام احمد رضا کے مابین ایک گہرا علمی، اعتقادی اور روحانی رابطہ تھا مگر آج رابطہ کی یہ کڑی ایک حد تک کمزور ہوچکی ہے، ماضی کی ان تاریخی شہادتوں کے ذریعہ اسے پھر سے مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ اس طرف پیش رفت ہونی چاہئے ---- منشی علی حسن صاحب (جو تحفہ حنفیہ کے کاتب بھی تھے) کا وہ قصیدہ غالباً ۲۷ اشعار پر [3] مشتمل ہے اس کے چند اشعار ملاحظہ کریں۔

یہ سماں بیشک رہیگا مدتوں تک یادگار
اب کے پٹنہ میں نئی صورت سے آئی ہے بہار

کون آتا ہے کھڑے ہیں جس کے بٹھلانے کو لوگ کس
کے ملنے کی یہ خواہش ہے کہ سب ہیں بیقرار

یہ سبب ہے کیا نہیں اس کی ہوئی تم کو خبر
اس کا یہ باعث ہے سن لو مجھ سے تم اے ہونہار

مولوی احمد رضا خاں صاحب فضل وکمال
جن کا ہے شہر بریلی میں مکاں جائے قرار

نکتہ رس، نکتہ شناس ونکتہ داں ونکتہ فہم
ناز کرتا ہے زمانہ ہیں یہ فخر روزگار

کون سی جا ہے جہاں شہرہ نہیں ہے آپ کا
ایسا دنیا میں کوئی ہوتا بھی ہے ذی اقتدار

آپ اک اک بات میں ہیں اپنی وہ یکتا وفرد
دوسرا جس کا نہیں دیکھ آئے ہیں شہر و دیار

مانتے ہیں۔ صاحب علم آپ کے ہر علم کو
فیض وہ پاتے ہیں آکر جو ہیں فخر روزگار

"امام احمد رضا اور مدرسہ حنفیہ پٹنہ" کے حوالہ سے چودہویں صدی کے ابتدائی دہائیں کی چند تاریخی حقیقتیں پیش کی گئیں اس طرح کے بیشمار حقائق ہیں جو ماضی کے منتشر اوراق مین محفوظ تو ہیں مگر بھولی بسری یادوں کا حصہ بن کے رہ گئیں ----- سو سال کے اس طویل فاصلے نے اس پر اجنبیت کی جو گرد ڈال دی ہے اسے دور کرنے کی ضرورت ہے، یہ تاریخی حقیقتیں ارباب فکر وتحقیق کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں، ہمارا یہ چند سطری مضمون ان تاریخی دستاویزات کا محض اشاریہ ہے جو محققین کو اس نہج پر مطالعہ کی دعوت دیتا ہے۔ اے کاش وہ اس طرف متوجہ ہوں اور ان تاریخی شہادتوں کو آئینہ بنا کر قوم کی شیرازہ بندی کا فریضہ انجام دے سکیں۔

❁❁❁

شہریت ترمیمی قانون: پس منظر و پیش منظر

مولانا ملک الظفر سہسرام

"۔۔۔۔۔آزاد بھارت میں آنجہانی جے پرکاش نارائن کے ذریعے چلائے گئے آندولن کے بعد شاید یہ سب سے بڑا آندولن ہے، جس میں طلبہ وطالبات نیز پڑھے لکھے باشعور لوگوں نے اس سیاہ قانون کے خلاف بہت بے باکی کے ساتھ آواز بلند کی ہے۔ جب کہ اس کی پاداش میں انہیں پولس کے ظلم وستم کا شکار بھی ہونا پڑا ہے، ڈنڈے بھی برسائے گئے ہیں، گولیاں بھی چلائی گئی ہیں یہاں تک کہ ضلع انتظامیہ کو حکام بالا کی جانب سے سخت ہدایت جاری کی جا چکی ہے کہ اس کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کو سختی کے ساتھ کچلا جائے لیکن ظلم وستم کی آندھی کب حق پسندی کا چراغ بجھا سکی ہے۔۔۔۔۔"

شہریت ترمیمی بل جواب قانونی شکل اختیار کر چکا ہے، گو کہ ابھی اس کا نفاذ عمل میں نہیں آیا ہے، لیکن ملک کا باشعور طبقہ اس کی زہرناکیوں اور تباہ کاریوں کو محسوس کرتے ہوئے دستوری وآئینی دائرے میں رہ کر اس کی مخالفت میں احتجاجی تحریک کا حصہ بن گیا ہے۔ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی احتجاجی تحریکوں کا رنگ پھیکا پڑتا نظر نہیں آرہا ہے۔ بلاتفریق مذہب و ملت اور رنگ ونسل تمام وطن دوست حضرات احتجاجی صداؤں کا حصہ بن رہے ہیں۔ کیا بوڑھے کیا جوان کیا عورتیں کیا بچے سب ملک اور آئین کی حفاظت کی دہائی دیتے ہوئے موسم کے سرد تھپیڑوں کو مات دے رہے ہیں۔ دستوری وآئینی حق کی اساس و بنیاد پہ اس سیاہ قانون کے خلاف احتجاج کرنے والے مظاہرین کے تعلق سے حکومت نے جو رویہ اختیار کیا ہے وہ انصاف ودیانت پہ مبنی نہیں ہے۔ ایک جمہوری ملک میں دستور وآئین کے دائرے میں رہ کر رائٹ آف پروٹیسٹ عوام کو حاصل ہے اور رہے گا۔ جبر وتشدد کے ذریعے ان پرامن مظاہروں کے خلاف کی جانے والی کارروائی پہ ہر چہار جانب سے مذمت ہو رہی ہے۔ انسانی حقوق کی اس پامالی کے خلاف دنیا کے مختلف حصوں سے ردعمل کا اظہار ہو رہا ہے آوازیں بلند ہو رہی ہیں لیکن اقتدار کے نشے میں چور حکمراں جماعت کے ارکان کے کان پہ جوئی تک نہیں رینگ رہی ہے۔ دراصل ہر محاذ پہ ناکام حکومت اپنی نااہلیوں اور ناکامیوں پہ خوشنما پردہ ڈالنے کے لیے طرح طرح کے اوچھے ہتھیار کا استعمال کر رہی ہے۔ ملک میں نفرت کا زہر گھول کر عوام کو بے وقوف بنانے کا عمل جاری ہے نفرت کی یہ سیاست ملک کو کس تباہی کی جانب لے جا رہی ہے اسے ہمارا باشعور طبقہ بخوبی سمجھ رہا ہے۔ ملک کا جی ڈی پی آج گھٹ کر ساڑھے تین فی صد ہو چکا ہے، تجارتی سیکٹر میں حد درجہ گراوٹ آئی ہے، ریزرو بینک کا خزانہ خالی ہو چکا ہے، ملک کی معاشی واقتصادی صورت حال حد درجہ افسوسناک ہے، ملک کے

باشندوں کے اندر عدم تحفظ کا احساس بڑھ رہا ہے ایسے میں ان غیر ضروری مسائل پہ تمام سیاسی توانائیاں صرف کرنے کا جو احساس ہے وہ حکمراں جماعت کی ناکامیوں کی چغلی کھا رہا ہے۔ ان تمام باتوں پہ نظر رکھنے والے وطن دوست، باشعور حساس افراد نفرت کی اس سیاست کے خلاف بیک آواز سرگرم عمل ہو چکے ہیں یہ الگ بات ہے کہ زرد صحافت کے اس دور میں حکومت کے خلاف اٹھنے والی آواز کو گودی میڈیا اور زرد اخبارات میں صحیح کوریج نہیں مل رہا ہے۔ تاہم سوشل میڈیا اور ذمہ داریوں کا احساس کرنے والے کچھ زندہ ضمیر صحافیوں کی گراؤنڈ لیول کی رپورٹنگ سے پوری دنیا اس کے خلاف اٹھنے والی احتجاجی تحریکوں کو بہت گہری نظر سے دیکھ رہی ہے۔

آزاد بھارت میں آنجہانی جے پرکاش نارائن کے ذریعے چلائے گئے آندولن کے بعد شاید یہ سب سے بڑا آندولن ہے، جس میں طلبہ و طالبات نیز پڑھے لکھے باشعور لوگوں نے اس سیاہ قانون کے خلاف بہت بے باکی کے ساتھ آواز بلند کی ہے۔ جب کہ اس کی پاداش میں انہیں پولس کے ظلم و ستم کا شکار بھی ہونا پڑا ہے، ڈنڈے بھی برسائے گئے ہیں، گولیاں بھی چلائی گئی ہیں یہاں تک کہ ضلع انتظامیہ کو حکام بالا کی جانب سے سخت ہدایت جاری کی جا چکی ہے کہ اس کے خلاف اٹھنے والی ہر تحریک کو سختی کے ساتھ کچلا جائے لیکن ظلم و ستم کی آندھی کب حق پسندی کا چراغ بجھا سکی ہے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ، علی گڑھ مسلم یونیورسیٹی میں احتجاجی آواز بلند کرنے کی پاداش میں طلبہ و طالبات کے ساتھ جو ناروا سلوک ہوئے اس نے بشمول ہندوستان پوری دنیا کے انصاف پسندوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور یہ چنگاری اب شعلہ بن چکی ہے اور ہر طرف سے ملک دوست افراد احتجاج کی اس چیخ و پکار کا حصہ بن رہے ہیں۔ طلبہ و طالبات کا پورا قافلہ سرگرم عمل ہو چکا ہے جس نے حکومت کا سکھ چین چھین لیا ہے اب ارباب اقتدار کے سامنے اس قانون مین ترمیم کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہیں رہا۔

آزاد بھارت میں میڈیا کا رول ہمیشہ منصفانہ اور غیر جانبدارانہ رہا ہے اور انصاف پسند حضرات کے ہاتھوں قرطاس و قلم کی ناموس و عزت کا تحفظ بحال رہا ہے لیکن اب رفتہ رفتہ ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ ایک جمہوری ملک کا یہ مضبوط ستون بھی حکومت وقت کا حصہ بنتا جا رہا ہے، یہ غیر جانبدارانہ مانٹرنگ کا کام انجام دینے کی بجائے حکومت وقت کی صحیح، غلط پالیسیوں کی توضیح و تشریح میں لگا ہوا ہے۔ اخباروں میں پے نیوز چلائی جا رہی ہے تو الیکٹرانک میڈیا پہ ضمیر فروش اور زر خرید صحافیوں کی اجارہ داری کے سبب زرد صحافت کا بول بالا ہے چنانچہ صحافت سے وابستہ افراد حکومت وقت کے اشاروں پہ اپنی تمام خبر رساں ایجنسیوں کا استعمال کرتے ہوئے حقائق نظری سے یکسر آنکھیں موند کر زرد صحافت کی ایک مکروہ مثال پیش کر دی ہے۔

ابھی چند دنوں قبل کا واقعہ ہے راقم الحروف ایک مقبول ہندی اخبار کا اداریہ دیکھ رہا تھا، صحافت سے ادنیٰ اور معمولی نسبت رکھنے والے افراد پہ یہ امر پوشیدہ نہ ہوگا کہ کسی بھی اخبار کا اداریہ اس کی روح ہوتا ہے، اس کا ایک ایک حرف احساس ذمہ داری کی قسمیں کھاتا ہے۔ صحافتی دیانتداری اس کے خمیر کا حصہ ہوتی ہے لیکن جب زبان و قلم حکومت کے ہاتھوں گروی رکھ دیے جائیں تو پھر صحافتی اصول و ضوابط کا خون یقینی ہے۔

جب اس قانون کے خلاف اپنے ردعمل کے اظہار کے لیے محترمہ سونیا گاندھی کی قیادت میں ایک وفد صدر جمہوریہ ہند سے ملاقات کو گیا اور ملک کے آئین اور دستور کے خلاف مذہب کی بنیاد پہ شہریت ترمیمی قانون کے تعلق سے عوام کے اضطراب اور اپنے احساسات کا اظہار کیا، تو اس خبر پہ فاضل مدیر نے تبصرہ کرتے ہوئے چٹکی لی اور لکھا کہ یہ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنا ہے۔ ان باشعور لوگوں کو بخوبی علم ہے کہ شہریت ترمیمی بل دونوں ایوان سے پاس ہو چکا ہے اور صدر جمہوریہ ہند کے دستخط و مہر ثبت ہو جانے بعد اسے قانونی شکل حاصل ہو چکی ہے اب اس میں رد و بدل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ گئی

۔لہٰذا اس سلسلے میں کی جانے والی تمام کوششیں بے سود و رائیگاں ہیں اور عوام کو بے وقوف بنانے والی سیاست ہے۔ یہ تبصرہ پڑھ کر میں حیرتوں میں ڈوب گیا، بہت دیر تک اس پہ غور کرتا رہا لیکن میری فہم ناقص نے اپنی کم مائیگی کا عذر پیش کر دیا۔ ایک دن اتفاق کہ ہائی کورٹ کے سینیر وکیل اور ماہر قانون داں کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اچانک دل میں خیال آیا کہ قانون کی باریکیوں اور نزاکتوں کو ان حضرات سے بہتر کون سمجھے گا۔ میں نے اپنا ذہنی خلجان ان کے سامنے پیش کیا اور اداریے کا وہ تبصرہ بھی۔ تو انہوں نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ آخر یہ قانون بھی کسی گزشتہ قانون میں ردوبدل کر کے ہی پاس کیا گیا ہے جسے آج قانونی شکل حاصل ہو چکی ہے۔ جب یہ ردوبدل روا ہے تو پھر اس میں ردوبدل کیوں کر جائز نہیں ہوگا۔ یہ کوئی خدائی قانون تو ہے نہیں جس میں ردوبدل کی گنجائش باقی نہ ہو۔ آئے دن قانون میں رد وبدل ہوتے رہتے ہیں۔ اب آپ سوچ سکتے ہیں کہ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا کام کس کی جانب سے انجام دیا جا رہا ہے۔ صحافت کے پاسدارو! تمہارا منصب یہ نہیں ہے۔ تمہیں تو حقائق سے پردہ اٹھا کر عوام کی آنکھوں پہ پڑی ہوئی پٹی ہٹا کر دعوت مطالعہ دینا ہے۔

شہریت ترمیمی قانون کے خلاف جو احتجاجی تحریکیں سرگرم عمل ہوئی ہیں ان میں ابتداً تو مسلمانوں کے خلاف ہونے والی ناانصافیوں کے رد میں آوازیں گونج رہی تھیں۔ لیکن پھر رفتہ رفتہ اس کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ اس احتجاجی تحریک میں دانشوروں کے طبقے نے جو بات خصوصی طور پر نوٹ کی وہ یہ ہے کہ قیادت کے بغیر وطن دوستوں کا پورا قافلہ سڑکوں پہ نکل آیا ہے۔ علماء جن کے کاندھوں پہ مسلم قیادت کی ذمہ داریاں ہیں وہ بھی اس قافلے کا حصہ ضرور بنے لیکن قائدانہ رول ان کا نہیں رہا۔ علمائے کرام کی قیادت سے خالی اس احتجاج پہ مثبت و منفی خیالات و آراء بھی آ رہے ہیں لیکن حق یہی ہے کہ قیادت سے آزاد بغیر سوچے سمجھے جو طبقہ احتجاجی تحریک کا پرچم لے کر میدان عمل میں اترا اس کے

اسی انداز نے حکومت وقت کی آنکھوں سے نیند چھین لی اور شاطر و چالاک حکمراں چاہ کر بھی اسے قومی رنگ دینے میں ناکام و نامراد ہیں۔ علماء کی قیادت پہ شاکی حضرات اس نازک و حساس پہلو پہ کشادہ نظری سے توجہ فرمائیں گے تو انہیں اس میں خیر کا پہلو نظر آئے گا۔

اگر علماء کی قیادت میں یہ قافلہ سرگرم عمل ہوتا تو شاطر و چالاک حکمراں اسے قومی رنگ دے کر نفرت کا زہر گھولنے میں کامیاب ہو جاتے۔ اس قافلے میں داڑھی ٹوپی والوں سے کہیں زیادہ وہ حضرات پیش پیش نظر آئے جن کے چہرے کسی شناخت و پہچان سے عاری تھے جس کا خوش گوار نتیجہ یہ سامنے آیا کہ حکومت اسے قومی رنگ دینے کی تمام تر کوششوں کے باوصف ناکام و نامراد رہی۔ فرقہ واریت سے اوپر اٹھ کر دیش بچاؤ، سموِدھان بچاؤ، دستور بچاؤ، آئین بچاؤ کے نعرے لگائے جا رہے ہیں۔ حق و انصاف کی آواز تو یہی ہے کہ یہ کسی قوم کسی ذات کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ملک کے اس مضبوط و سیکولر دستور و آئین کی حفاظت کا ہے جس کی گھنیری چھاؤں میں یہاں کے رہنے والے مختلف رنگ و نسل سے وابستہ، الگ الگ زبان اختیار کرنے والے، علیحدہ علیحدہ دین و مذہب کے پاسدار اور مختلف تہذیب و تمدن اپنانے والے تمام لوگ بلا تفریق ایک ساتھ باہم شیر و شکر ہو کر زندگی گزارتے ہیں انہی پاکیزہ جمہوری قدروں کی بنیاد پہ پوری دنیا میں ہمارے ملک کی ایک الگ امتیازی شناخت و پہچان ہے جس کی اساس پہ ہم نغمہ سرا ہوتے ہیں ؏

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا

افسوس! آج کچھ لوگ اس کی یہ شناخت و پہچان مٹانے کے درپئے آزار ہیں لیکن وطن دوستوں کا جذبۂ حب الوطنی سرفروشی کی تمنا دل میں لے کر میدان عمل میں اترا ہوا ہے جو انہیں ناپاک عزائم میں کبھی بامراد نہ ہونے دے گا۔ ہندوستان زندہ باد۔ حب الوطنی زندہ باد

سیاسی بساط پہ یہ جو مہرہ آزمائی ہو رہی ہے اس کا پس منظر کیا

ہے وہ سیاسی شعبدہ بازی کے تیوروں سے واقف کار حضرات سے پوشیدہ نہیں ملک ۔کی ترقی ،خوشحالی اور روزگار کی وسیع سہولتوں کے سبز باغ دکھانے والی سیاسی جماعت آج بیک فٹ پر چلی گئی ہے ۔دن بدن عوامی مقبولیت کا گھٹتا ہوا گراف ان کے کرب واضطراب میں اضافے کا سبب بن رہا ہے۔

بھارتیہ جنتا پارٹی کی عوامی مقبولیت کا گراف اس وقت کس قدر ہے اسے سمجھنے کے لیے یہ تفصیل بہتر رہنما ہوگی :

ملک میں ۲۹/ریاستیں ہیں جن میں صرف ۱۰/ریاست میں بی جے پی کو اکثریت حاصل ہے جبکہ ۱۹/ریاستوں میں اس کی مقبولیت کا گراف بہت نیچے ہے۔

عوام نے تو بعض ریاستوں میں اس کی غلط پالیسیوں کے سبب بالکل صفایا کر دیا ہے سکم ،میزورم اور تامل ناڈو میں اسے ایک نشست بھی حاصل نہیں ہے۔

آندھرا پردیش میں ۱۷۵/نشستوں میں صرف چار کیرل میں ۱۴۰/میں صرف ایک پنجاب میں ۱۱۷/ میں ۳/مغربی بنگال میں ۲۹۴/میں ۳/تلنگانہ میں ۱۱۹/ میں ۵/دہلی میں ۷۰/میں ۳/اڑیسہ میں ۱۴۷/میں ۱۰/ناگالینڈ میں ۶۰/میں ۱۲/نشستیں حاصل ہیں۔

جن ریاستوں میں این ڈی اے کی حکومت ہے وہاں بھارتیہ جنتا پارٹی کی نشستوں کی تفصیلات کچھ اس طرح ہیں۔ میگھالیہ میں ۶۰/نشستوں میں ۲/بہار میں ۲۴۳/میں ۵۳/ جھارکھنڈ میں ۸۱/میں ۲۵/گوا میں ۴۰/میں صرف ۱۳/نشستیں ہیں۔

ملک میں ۴۱۳۹/ودھان سبھا نشستوں میں سے بی۔جے۔پی کے پاس صرف ایک چوتھائی سے کچھ زائد نشستیں ہیں جن کی تعداد ۱۵۱۶/ہے جن میں ۹۵۰/نشستیں ان چھ ریاستوں سے متعلق ہیں گجرات ،مہارشٹر ،کرناٹک ،اتر پردیش ،مدھیہ پردیش اور راجستھان ۔پورے ملک میں ۶۶/فی صد نشستوں پہ بی۔جے۔پی کو شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔

دم توڑتی ہوئی مقبولیت اور گری ہوئی ساکھ بحال کرنے کے لیے اب ان سیاسی کرتب بازوں کے پاس کوئی ایسا نسخہ تو نہیں ہے جس کے سہارے وہ عوام کو مطمئن کر سکیں اس لیے بنیادی مسائل کے تعلق سے عوام کی جانب سے اٹھنے والے تمام سوالات سے یکسر نظریں موڑنے کا ایک نسخہ ہے قومی منافرت ،پھوٹ ڈالو اور راج کرو۔لیکن عوام کی نظریں پردے کے پیچھے کا کھیل خوب سمجھ رہی ہیں۔مٹھی بھر فاسشٹ طاقتوں کے سہارے ہندوراشٹر کا خواب دیکھنا ایک طفلانہ کوشش ہے۔ملک کا سیکولر طبقہ جس کی تعداد ۸۷فی صد ہے وہ اس کی مخالفت میں کمر بستہ ہے۔

آر۔ایس۔ایس کا منصوبہ ہندوتو کا فروغ اور بھارت میں ہندوراشٹریہ کا قیام ہے جو برہمنی نظام کی ایک شکل ہے جسے بھارت کا اکثریتی طبقہ کبھی نافذ العمل دیکھنا پسند نہیں کرتا ان میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کی اکثریت بھی ہے جو اس خواب میں رنگ بھرنے کی سخت مخالف ہے بالخصوص ہندوستان کے وہ بنیادی شہری جن کی تعداد ۸۷فی صد ہے جنہیں شودر ،اچھوت اور نہ جانے کیا کیا کہا گیا ،انہیں بھی سیاسی کرتب بازوں کے سارے کھیل سمجھ میں آرہے ہیں اور وہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ جب ووٹ بینک کی سیاست مقصود ہوتی ہے تو ہمیں ہندو قرار دے دیا جاتا ہے اور باقی مواقع پہ اچھوت بنا کر علیحدگی اختیار کر لی جاتی ہے۔پورے ملک میں ایس سی ،ایس ٹی اور او بی سی کی مجموعی تعداد ۷۹/فی صد ہے جب کہ برہمنوں کی آبادی صرف اور صرف ساڑھے تین فی صد ہے جو دراصل حقیقی ہندو ہیں ۔حیرت ہے کہ اس قدر کم تعداد پہ برہمنی نظام کے قیام کا خواب دیکھا جا رہا ہے۔ارباب حکومت کو سمجھ لینا چاہیے کہ مکروہ اور گھناؤنے سیاسی کھیل کا وقت اب نہیں رہ گیا۔ملک ترقی اور خوشحالی کا جبری تقاضا کر رہا ہے عوام کی نظریں اسی سمت میں کارکردگی کا بلند ہوتا ہوا گراف دیکھنا چاہتی ہے۔

□□□

شہریت ترمیمی بِل: دستور ہند بدلنے کی مذموم کوشش

مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی
مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی

مرکزی حکومت نے ایک بار پھر "شہریت ترمیمی بل" یعنی سٹیزن شپ امینڈمینٹ بل (citizenship Amendment Bill) لوک سبھا میں پاس کرا لیا ہے۔ اب اس بل کو راجیہ سبھا میں پیش کیا جائے گا۔ یہاں پاس کرانا بی جے پی کے لئے تھوڑا مشکل ہوسکتا ہے۔ کیوں کہ یہاں بی جے پی اقلیت میں ہے۔ اگر اپوزیشن پارٹیوں نے منافقت سے کام نہ لیا تو یہ بل راجیہ سبھا میں ناکام ہوسکتا ہے۔ پارلیمنٹ میں اس بل کو روکنے کی یہی ایک صورت ہے۔

خلاف دستور ہے یہ بل

یہ بل دستور کے بنیادی حقوق (Fundamental Rights) کے آرٹیکل 14/ (قانون کے نزدیک برابری کا حق) اور آرٹیکل 15/ (حکومت مذہب، نسل، ذات، صنف، زبان اور علاقے کی بنیاد پر شہریوں میں کوئی فرق نہیں کرے گی) کی سراسر خلاف ورزی ہے۔ اس بل کی حمایت اور مذہبی تفریق کا جواب دیتے ہوئے وزیر داخلہ کا کہنا تھا:

> ہمارے تین مسلم پڑوسی ملکوں (پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان) میں ہندوؤں و دیگر اقلیتوں کو ستایا جارہا ہے اس لئے ہم ان کو بھارت کی شہریت دینا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کے لئے تو بہت سارے اسلامی ممالک ہیں ہندوؤں کا تو ایک ہی ملک ہے اس لیے وہ کہاں جائیں گے؟ یہی سوچ کر اس بل میں صرف غیر مسلموں کو شامل کیا گیا ہے"

وزیر داخلہ کی اس بات سے ایسا لگتا ہے جیسے پوری دنیا میں ہندو شہریت کے لیے مارے مارے پھر رہے ہیں اور بھارت کے علاوہ کوئی ملک انہیں شہریت دینے تیار نہیں ہے۔ حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کی ہمدردی سے پہلے بھی بہت سارے ممالک ہندوؤں کو شہریت دے چکے ہیں اور دیتے رہتے ہیں۔ ہاں! انہیں یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ شہریت دینے کا یہی پیمانہ اگر دیگر ملکوں نے بھی اپنا لیا تو اس کا سب سے بڑا نقصان بھارت کو ہی ہوگا۔ کیوں کہ پوری دنیا میں دوسرے ملکوں کی شہریت حاصل کرنے والوں میں سب سے بڑی تعداد بھارتی شہریوں کی ہے۔ وزارت خارجہ کی رپورٹ کے مطابق 1 کروڑ 75 لاکھ بھارتی دوسرے ملکوں کی شہریت رکھتے ہیں۔ اگر وہ ممالک بھی شہریت کا پیمانہ مذہب بنالیں تو ابھی پونے دو کروڑ بھارتی تباہ ہوجائیں گے۔ اس لئے محض مسلم دشمنی کے جذبے اور ووٹ بینک کی خاطر ملک کی سالمیت اور کروڑوں بھارتیوں کو داؤں پر لگانا ملک کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ اگر حکومت واقعی مظلوموں کی ہمدرد ہے تو اس فہرست میں برما، سری لنکا اور نیپال کو شامل کیوں نہیں کیا؟

شاید اس لیے کہ مسلم ملکوں کے مفروضہ ظلم وستم کا پروپیگنڈا کرکے یہاں کے ہندوؤں کو آسانی سے بے وقوف بنایا جاسکتا ہے برما و نیپال کے نام سے نفرت پھیلانا ممکن نہیں تھا!!

تارکین وطن کی شہریت کا معاملہ!!

تارکین وطن کی شہریت صرف بھارت نہیں پوری دنیا کا معاملہ ہے۔ دنیا کے تمام ممالک غیر ملکیوں کو قانون کی پاسداری، جرائم سے اجتناب اور ایک مقررہ وقت تک قیام کے بعد شہریت

دیتے ہیں لیکن کسی بھی ملک میں شہریت کے لیے مذہب کو پیمانہ نہیں بنایا گیا۔ اس کا فائدہ اٹھانے والوں میں سب سے زیادہ بھارتی شہری ہیں۔ دوسرے ملکوں کی شہریت لینے والے افراد کی تعداد پر مشتمل یہ فہرست دیکھیں:

1- ہندوستان: 1 کروڑ 75 لاکھ
2- میکسیکو: 1 کروڑ 18 لاکھ
3- چین: 1 کروڑ 7 لاکھ
4- روس: 1 کروڑ 5 لاکھ
5- شام: 82 لاکھ
6- بنگلہ دیش: 78 لاکھ
7- پاکستان: 63 لاکھ
8- یوکرائن: 59 لاکھ
9- فلیپنس: 54 لاکھ
10- افغانستان: 51 لاکھ

اگر ان ممالک میں بھی "مذہبی کارڈ" کا چلن شروع ہو جائے تو ابھی پونے دو کروڑ بھارتی سڑک پر آ جائیں گے۔ کاش !! حکومت حقیقتاً انسانی ہمدرد ہوتی تو بغیر کسی تفریق کے غیر ملکیوں کو پناہ دیتی لیکن ایک طرف یہی حکومت برما کے مظلوموں کو ملکی وسائل پر بوجھ بتاتے ہوئے نکالنے پر آمادہ ہے۔ کیوں کہ وہ مظلوم ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمان بھی ہیں۔ دوسری جانب ان لاکھوں گھس پیٹھیوں کو شہریت دینا چاہتی ہے جو "مفروضہ مظلومیت" کے نام پر غیر قانونی طریقے سے آباد ہیں۔ لیکن وہ ہندو ہیں تو سوخطاؤں کے بعد بھی حکومت ان کی ہمدردی میں دُبلی ہوئی جا رہی ہے۔

کیا اس بِل کو روکا جا سکتا ہے؟

کسی بھی بِل کے قانون بننے کے تین مرحلے ہوتے ہیں:

1- لوک سبھا میں پاس ہونا
2- راجیہ سبھا میں پاس ہونا
3- صدر جمہوریہ کی منظوری

لوک سبھا میں بی جے پی مکمل اکثریت میں ہے اس لئے وہاں یہ قانون چٹکیوں میں پاس ہو گیا، راجیہ سبھا میں بھی بڑی صفائی سے پاس کرا لیا گیا اور صدر جمہوریہ تو بی جے پی کے ہی ہیں، اس لئے وہاں بھی کوئی دقت نہیں ہوئی۔

قابل توجہ امور:

اب جب کہ یہ بل تمام مراحل طے کر کے پاس کر ہی لیا گیا تو اب بڑی حکمت و دانائی اور ہمت و حوصلہ کے ساتھ اس کی مخالفت کرنی ہے تا کہ انسانیت کا قاتل یہ بل واقعی بل میں گھ کر رہ جائے اس کے لئے بی جے پی مخالف پارٹیوں اور راجیہ سبھا ایم پیز سے پرسنل ملاقات کر کے انہیں اس کی مخالفت پر تیار کیا جائے۔

دلت لیڈران کو اس بل کی مخالفت پر آمادہ کیا جائے اور بتایا جائے کہ یہ بل محض مسلمانوں کے نہیں بلکہ ملک کے دستور کے خلاف ہے۔ اگر آج وہ اسے مسلمانوں کا مسئلہ سمجھ کر خاموش رہے تو کل ان کا ریزرویشن بھی ختم کیا جا سکتا ہے۔

جو سماجی تنظیمیں اور علما اس قانون کی جمہوری مخالفت کر رہے ہیں ان کا ساتھ دیں اور مکّار سیکولر پارٹیوں کے نیتاؤں کا گھراؤ کریں اور آئندہ الیکشن میں ان کا مکمل بائکاٹ کریں تا کہ آپ کے ووٹوں سے جیتنے والے غداروں کو سبق مل سکے۔ اس کے علاوہ ایک اور جمہوری راستہ ہے وہ ہے عوامی احتجاج !!

اگر مسلمان اپنے دستوری حق اور غیرت مندانہ زندگی کے لئے لاکھوں کی تعداد میں سڑکوں پر آ کر اس قانون کی مخالفت کریں اور اس وقت تک کریں جب تک حکومت اس غیر دستوری بل کو واپس لینے کا اعلان نہ کر دے۔

جیسا کہ پچھلے دنوں دَلتوں نے دِلّی میں کیا۔ جب سپریم کورٹ نے دَلت رہنما روی داس مندر کو ٹریفک پرابلم کی وجہ سے توڑنے کا آرڈر جاری کیا تو اس کی مخالفت میں لاکھوں دَلتوں نے پوری دِلّی کو جام کر دیا۔ کئی کلومیٹر کے دائرے میں نیلے جھنڈے اور سروں کا سیلاب ہی سیلاب نظر آ رہا تھا۔ حالانکہ اس احتجاجی بھیڑ پر پولیسیا تشدد بھی ہوا، سیکڑوں لوگ جیل بھی گئے لیکن ان کے مثالی احتجاج اور مضبوط اتحاد سے گھبرا کر حکومت کو فیصلہ واپس لینا پڑا۔

□□□

ملکی حالات پہ سوشل میڈیا کی دوربین

احمد رضا صابری

وطن عزیز میں اِن دنوں جو ہو رہا ہے وہ امید کے خلاف تو نہیں ہے البتہ تباہ کن ضرور ہے۔ دن بدن حالات کی سنگینی بڑھتی جارہی ہے افراتفری اور خوف و دہشت کا سایہ گہراتا جارہا ہے۔ غیر یقینی صورت حال اور تشویشناک مستقبل کا ڈر عوام وخواص میں سہرن پیدا کررہا ہے۔ موجودہ حکومت اپنے فاشسٹ ایجنڈے کو پورے ملک پر تھوپنے کے لیے کسی بھی حد تک جانے کو تیار ہے۔ مخالفت میں اٹھنے والی تمام آوازوں کو پولیس، کرائے کے غنڈوں اور دیگر آئینی اداروں کے ذریعے کچلنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ حیرانی یہ ہے کہ اس جمہوری ملک کی پولیس اب سرعام اقلیتوں کو ملک چھوڑنے کے لیے کہہ رہی ہے، اور بے قصور شہریوں کے گھروں میں گھس کر ان کو زدوکوب کررہی ہے، ان کے اثاثے کو نقصان پہنچارہی ہے۔

حکومت اور ان کے درباری میڈیا کی لاکھ کوششوں کے باوجود بھی معاملہ ہندو مسلم نہیں ہو پارہا ہے، جس کا ان کو بہت قلق ہے۔ ملک کا وزیراعظم لوگوں کو کپڑوں سے پہچاننے کے لیے کہہ رہا ہے، وزیرداخلہ اپنے آئین مخالف قانون پر ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹنے کی بات عوامی اسٹیج سے کہہ رہا ہے، مسلمانوں کو گھس پیٹھیا کہہ کر مخاطب کررہا ہے، حکومت کے مختلف مرکزی وزرا دیکھ لینے اور پاکستان بھیج دینے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔ یہ سب ملک کو ایک تباہ کن مستقبل کی طرف لے جارہے ہیں۔

ملک کے جن جن صوبوں میں بی جے پی یا ان کے اتحاد والی سرکاریں ہیں وہاں ظلم و بربریت کی انتہا کردی گئی ہے۔ دہلی کے جامعہ ملیہ اسلامیہ میں پولیس نے غیرقانونی طور پر کیمپس یہاں تک کہ لائبریری اور ریڈنگ رومز میں گھس کر نہتے طلباء پر لاٹھی، بندوق اور آنسوگیس کے گولوں سے حملہ کیا جس میں درجنوں طلباء شدید زخمی ہوئے اور کچھ کی جانیں بھی گئیں۔ دہلی کے ہی سیلم پور جعفرآباد کے علاقے میں احتجاجی جلوس کو منتشر کرنے اور ان میں خوف وہراس پھیلانے کے لیے پولیس نے سیکڑوں لوگوں کو مار کر ہاتھ پیر توڑ دیے پھر انہیں پر مقدمہ کرکے جیل میں ڈال دیا۔ دہلی کے ہی جامع مسجد علاقے میں بھی بعینہ یہی کارروائی کی گئی۔ اترپردیش کے ایک درجن سے زائد اضلاع میں حالات بد سے بدتر ہیں اب تک 18 کے قریب عام عوام کی موت ہوچکی ہے، ہزاروں بے گناہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہیں۔ کروڑوں کی عوامی املاک تباہ کیے جاچکے ہیں۔ آسام اور نارتھ ایسٹ کے علاقوں میں مظاہرین پر جس طرح کی بربریت کی جارہی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں نہیں ہے، سوشل میڈیا کے سینے میں ایک ایک لمحہ محفوظ ہے۔ جامعہ کی طرز پر جواہر لعل نہرو یونیورسیٹی پر کچھ نقاب پوشوں نے پولیس کی آنکھوں کے نیچے ہاسٹل میں گھس کر نہتے طلبا، طالبات واساتذہ پر لوہے کی چھڑ اور لاٹھی ڈنڈوں سے حملہ کیا، جس میں درجن بھر سے زائد افراد شدید زخمی ہوئے۔ غرضیکہ ملک کے 80 فیصد سے زائد علاقوں میں احتجاج اور اس پر سرکاری مشنری کی بربریت جاری ہے۔

موجودہ کہرام امید کے خلاف اس لیے نہیں ہے کہ جس طرح کے لوگ ۲۰۱۴ء میں حکومت میں آئے ان کا ماضی اس سے بھی سیاہ ترین رہا ہے یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے برسوں دن رات اسی دن کے لیے محنت کی کہ کسی طرح ملک کی یکجہتی اور سالمیت کو ختم کر کے اختلافات کی کھائی کو مزید گہری کی جائے تاکہ آنے والی کئی دہائیوں تک وہ حکومت کر سکیں اور ملک چند مٹھی بھر سرمایہ داروں کے لیے جنت اور باقیوں کے لیے جہنم بن جائے۔ واضح رہے کہ ان کا مقصد اقلیتوں پر کنٹرول کرنا ہرگز نہیں بلکہ یہ اکثریتوں کے دماغ کو ہائی جیک کر کے اس پر کنٹرول کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ صرف ۳۸ ر فیصد ووٹ لے کر ہی یہ اقتدار میں آئے ہیں جبکہ ۶۲ ر فیصد لوگ ابھی بھی ان کے ایجنڈے کے خلاف ہیں۔

اس پورے ڈرامے میں سوشل میڈیا نے جو کردار ادا کیا ہے اس نے حکومت وقت کی بنیاد ہلا کر رکھ دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت متنازع قانون شہریت ترمیمی ایکٹ یعنی سی اے اے کو آناً فاناً میں دونوں ایوانوں سے پاس کرا کر اگلے ہی دن صدر جمہوریہ سے دستخط کروا لینے کے باوجود مختلف ہتھکنڈے اپنا کر عوام سے حمایت کے لیے گھر گھر کے دروازے کھٹکھٹا رہی ہے۔

دراصل جمہوریت کا چوتھا ستون کہے جانے والی نیشنل میڈیا کا ۹۹ ر فیصد طبقہ حکومت کے ہاتھوں بک چکا ہے کیونکہ جتنے بھی نیشنل چینلز ہیں ان میں ۶۸ ر چینل تو امبانی نے خریدے ہوئے ہیں جبکہ ۱۶۲ ر چینلوں میں اس کی پارٹنر شپ ہے کل ملا کر ۲۳۰ ر نیشنل چینل سرکار کی جیب میں ہے، ورنہ اتنے بڑے واویلے پر سرکار کب کی برخاست ہو چکی ہوتی لیکن میڈیا کی غلط رپورٹنگ اور علی الاعلان سرکار کی حمایت کی وجہ سے عوام میں غلط انفارمیشن کا سیلاب آ گیا ہے جس کی وجہ سے لوگ پس و پیش کے شکار ہیں لیکن سوشل میڈیا نے اس کمی کو بخوبی پورا کیا اور ملک میں پہلی بار ساری اقوام کو متحد کر دیا اور آج پورے ملک کے کونے کونے میں احتجاج اور غم و غصے کی آگ ایک ساتھ بھڑک اٹھی ہے۔

پیغام رساں ذرائع کی ترقی کے اس دور میں سوشل میڈیا مثلاً واٹس ایپ، فیس بک، ٹویٹر، انسٹاگرام اور ٹیلی گرام نے ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ ورنہ ۲۳۰ ر چینلوں کا جھوٹ اب تک ہندوستان کی جمہوریت کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے گیا ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اب سرکار سوشل میڈیا سے شدید خوف کھانے لگی ہے۔ جہاں جہاں بھی تشدد کرنا ہوتا ہے یا جہاں سے احتجاج کی آوازیں بلند ہونے کی امید ہوتی ہے وہاں فوراً نیٹ بند کر دیا جاتا ہے۔ پچھلے تین سالوں میں ہندوستان دنیا کا سب سے زیادہ نیٹ بند کرنے والا ملک بن چکا ہے، جو کہ ایک شرمناک حرکت ہے خاص کر اس حکومت کے لیے جو ڈیجیٹل انڈیا اور کیش لیس اکانومی کا نعرہ دیتے ہوئے اقتدار میں آئی تھی۔

بی جے پی نے جس سوشل میڈیا کا برسوں تک فائدہ اٹھایا اب وہی سوشل میڈیا بی جے پی کے لئے گلے کی ہڈی بن چکا ہے۔ ان دنوں سوشل میڈیا پر وائرل ہو رہے زیادہ تر پوسٹ وزیر اعظم کی خالص جھوٹ پر مبنی ٹوئٹس یا تقاریر ہیں، جو کہ 2014 اور 2019 کے عام انتخابات میں ان کی مہم کا ایک حصہ تھے۔ سوشل میڈیا پر موجود پرانی پوسٹوں کا ہی کمال ہے کہ انتخابات کے دوران تمام 'پھینکے گئے جملے' لوگوں کے ذہنوں میں تازہ ہیں۔ سوشل میڈیا پر ایسے متعدد ہیش ٹیگ اور پیج بنائے گئے ہیں جو بی جے پی کے انتخابی وعدوں اور این ڈی اے حکومت کے کام میں زمین و آسمان کا فرق ہونے کے تعلق سے مسلسل بی جے پی اور وزیر اعظم نریندر مودی کا پول کھول رہے ہیں۔

موجودہ ملکی بحران میں بھی سوشل میڈیا حکومت کے لیے دردِ سر بنا ہوا ہے۔ بھلے ہی ملک کی مین اسٹریم میڈیا ان کے جھوٹ اور دوغلی پالیسیوں پر پردہ ڈالنے کی از حد کوششیں کرتی رہی ہے لیکن این آر سی، ڈیٹینشن، کیمپ، سی اے اے اور این پی آر پر سوشل میڈیا نے انہیں برہنہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑا ہے۔ جہاں ٹیلی ویژن کے نیوز چینل نہیں پہنچ سکتے

وہاں تک سوشل میڈیا کی رسائی ہے اور اب ملک کے ہل جوتنے والے کسان سے لے کر جوتے سلنے والے موچی تک کو پتہ ہے کہ ہمارا وزیر اعظم اعلیٰ درجے کا جھوٹا اور وزیر داخلہ فسادی ذہنیت رکھنے والا ایک کٹر ہندوتوا کا ایجنٹ اور بھارتی جنتا پارٹی ملک کو مذہبی دنگوں کے آگ میں جھونک کر ہندوتوا اور سنگھ پریوار کے ایجنڈوں کو نافذ کرنے کی نیت رکھنے والی ایک پارٹی ہے۔

اخیر میں یہ بتانا لازم ہے کہ این آر سی این پی آر اور سی اے اے پر چل رہے ملکی پیمانے کے احتجاج نے رنگ دکھانا شروع کر دیا ہے، یہی وجہ ہے کہ حکومت بوکھلاہٹ میں الٹے سیدھے قدم اٹھا رہی ہے، جامعہ اور علی گڑھ کے طلباء پر حملہ ہو یا ابھی جے این یو کے طلباء پر یہ سب ایک شدید بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے۔ یہ سب حرکتیں کر کے حکومت اپنے ہی پیروں پر کلہاڑی نہیں بلکہ کلہاڑی پر پیر مار رہی ہے جس کے نتائج آنے والے دنوں میں اس کو بخوبی بھگتنے ہوں گے۔ طلباء پر حملہ ایک انتہائی قدم ہے جو کسی بھی جمہوری حکومت کے خاتمے کی گھنٹی ہے۔ لہٰذا مظاہرین کو قطعاً مایوس ہونے کی ضرورت نہیں کہ ان کی صدائے احتجاج رائیگاں جا رہی ہے، ہرگز نہیں! بلکہ جس سوشل میڈیا کا استعمال کر کے انہوں نے جھوٹ کی ندیاں بہائی تھیں وہی سوشل میڈیا انہیں اسی ندی میں بہالے جانے کو تیار ہے۔ حکومت اپنی خجالت چھپانے کے لیے مختلف ہتھکنڈے اپنا رہی ہے۔ اس کالے قانون کی واپسی کا اعلان ڈائریکٹ کبھی نہیں ہونے والا بلکہ یہ چور دروازے سے یا تو سپریم کورٹ سے اس پر اسٹے لیں گے یا پھر اسے ٹھنڈے بستے میں ڈالنے کی کوشش کریں گے لیکن کمال ہے سوشل میڈیا کا کہ جس نے عام عوام میں بھی ان دوغلی حرکتوں کی ایسی سمجھ دے دی ہے کہ ہر کوئی سمجھ رہا ہے کہ یہ کیا کر رہے ہیں اور کیا کرنے والے ہیں، لہٰذا مجھے نہیں لگتا کہ اب لوگ ان کو جھکائے بغیر دم لینے والے ہیں۔

❁❁❁

۔۔۔۔۔(صفحہ ۶۴ / کا بقایا) شہزادۂ حضور سراج ملت حضرت سید جیلانی میاں، نواسۂ حضور مفتی اعظم حضرت علامہ انس رضا قادری (انس میاں) مہتمم جامعہ مظہر اسلام بریلی شریف، حضرت سید شعیب رضا (بریلی شریف)، حضرت حافظ وقاری سید احمد رضا نورانی میاں، حضرت سید ابوالہاشم سبحانی میاں، حضرت سید اعجاز احمد مدنی میاں، الحاج صوفی محمد عیسیٰ نوری بابا (ماہم)، مفتی غلام غوث رضوی (بلگرام)، قاضی مہاراشٹر مفتی اشرف رضا قادری، مفتی محمود اختر القادری، علامہ فرقان رضا رضوی (بریلی شریف) مفتی ڈاکٹر ارشاد احمد رضوی ساحلؔ (علیگ) اسیر حضور مفتی اعظم الحاج محمد سعید نوری (رضا اکیڈمی) حضرت حافظ عبدالقادر (دارالعلوم حنفیہ رضویہ)، مولانا عبدالجبار ماہر القادری (بائیکلہ) مولانا فرید الزماں (کھتری مسجد)، مولانا امین القادری (ملاڈ) حضرت مفتی مدثر رضوی (آگرہ)، مولانا امان اللہ رضا نوری، قاری عبدالرحمٰن ضیائی، مولانا غلام ناصر رضوی (جامعہ کنزالایمان اندھیری)، مولانا نظام الدین رضوی (دربھنگہ، بہار) مفتی مبشر رضا رضوی (بھیونڈی)، مولانا مسعود احمد رضوی (الجامعۃ الرضویہ کلیان)، مولانا جہانگیر اشرف (والدھونی کلیان)، مولانا احمد رضا پرنسپل الجامعۃ الرضویہ کلیان، قاری شمشیر رضا رضوی (کلیان)، قاری نیاز احمد رضوی (قلابہ) حافظ مجاہد رضا سراجی (ناظم اعلیٰ جامعہ قادریہ رضویہ پربھنی مہاراشٹر) حافظ محمد شکیل رضا سراجی (مدھوبنی بہار) مولانا نصیر احمد سراجی (چھپرہ) مولانا برکت اللہ رضوی (گوپال گنج بہار) محمد نور محمد رضوی (شیموگہ) نقیبِ اہلسنّت جناب عدنان رضا اسمٰعیلی (لکھنو)، قاری مشتاق احمد تیغی، مولانا غلام ربانی رضوی (دہلی)، مولانا عظیم الدین نوری سراجی (یادگیر)، مولانا سید ذاکر حسین رضوی (گلبرگہ) قاری محمد ابراہیم رضا نوری سراجی (الہ آباد)، مولانا مظہر علی نوری سراجی (دربھنگہ)، حافظ غلام حسین سراجی (ناگور)، مولانا غلام محی الدین رضوی (جامعہ قادریہ اشرفیہ)، حافظ سید سجاد نوری سراجی (بنگلور)، مولانا عبدالوحید سراجی (گھاٹ کوپر)، مولانا ارشاد احمد رضوی (وڈالا) کے علاوہ ممبئی ومضافات کے علماء وائمہ اور دارالعلوم فیضانِ مفتی اعظم کے تمام اساتذہ اور طلباء نے شرکت کی۔

□□□

کیا بھارت میں ہندوؤں کی اکثریت ہے؟

طارق انور مصباحی
مدیر: ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی)

"۔۔۔۔برہمنی نظام میں اصل ذات پات کا نظام ہے، اوراس میں عورتوں کو کوئی مقام حاصل نہیں ،اس لیے آزاد بھارت میں ہندتو کی مخالفت ہوتی رہی ہے۔جب ملک کی ایس سی، ایس ٹی، اوبی سی قومیں اور عورتیں تعلیم یافتہ ہوتی جارہی ہیں تو ہندتو اپنی موت مرتا جارہا ہے، اور دستور ہند نے منوواد پر لگام لگادی ہے۔آر ایس ایس نے دستور ہند کو تسلیم نہیں کیا تھا اور منوسمرتی کو دستور بنانے کی سفارش کی تھی۔بھاجپائی حکومت خفیہ طور پر منوسمرتی کے نفاذ کی سازش کررہی ہے۔۔۔۔"

بت پوجنے والوں میں مختلف مذاہب ہیں۔ان میں آپسی اختلافات ہیں۔متعدد مذاہب کے نام بہت مشہور ہیں ، جیسے سناتن، بودھ، جین، وغیرہ۔زیادہ تر سناتن دھرمی، شیو اور وشنو کو پوجتے ہیں۔رام کے پجاری بہت کم ہیں۔رام کا خاندان سورج کا پجاری تھا، اسی لیے اس خاندان کو سورج بنسی کہا جاتا تھا ۔شمالی ہند میں رامانند بناری (۱۴۰۰ء-۱۴۷۵ء) بھگتی تحریک کا مشہور نمائندہ تھا۔اس تحریک کے وابستگان میں سے تلسی داس بناری (۱۵۳۲ء-۱۶۲۳ء) نے سولہویں صدی میں اکبر بادشاہ کے زمانے میں رام کو پوجنے کا نظریہ فروغ دیا۔تلسی داس نے رام چرتر مانس، بروے رماین، رام للا نہچھو، رام یگیا پرشن، رتن رامایَن، جانکی منگل، ہنومان باہک، گیتاولی، ہنومان چالیسہ ،دوہاولی، کرشناولی وغیرہ کتابیں لکھ کر رام بھگتی کو عروج دیا۔رام کے بھائی لکشمن، اس کی بیوی سیتا اور اس کے سپہ سالار ہنومان، اور متھرا کے راجہ کرشن سے عقیدت پیدا کی۔رام کو وشنو کو ساتواں اوتار اور کرشن کو آٹھواں اوتار تسلیم کیا جاتا ہے۔یہ دونوں راجا تھے اور یہ دونوں قدیم عہد کے مانے جاتے ہیں۔ بابری مسجد تلسی داس کی پیدائش سے قبل ۱۵۲۷ء میں تعمیر ہوچکی تھی۔رام مندر تنازعہ ایک سیاسی چال ہے۔

ہندومت کسی مذہب کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک آئیڈیالوجی ہے۔اس کی بنیاد برہمنی نظام پر ہے اور اس کی بنیادی کتاب منوسمرتی ہے۔اسی آئیڈیالوجی کو ہندتو اور منوواد کہا جاتا ہے۔برہمنی نظام کے قیام کے لیے ہندتو آئیڈیالوجی تمام مذاہب کو اپنے اندر سمولیتی ہے۔حیدرآباد میں 25 دسمبر 2019 کو آر ایس ایس چیف موہن بھاگوت کا بیان کہ ایک سوتیس کروڑ بھارتی ہندو ہیں۔اس کا مقصد برہمنی نظام کو فروغ دے کر اپنی حکومت قائم کرنا ہے۔عہد ماضی میں ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اوتار بتا کر اسلام کو ہندومت میں ضم کرنے کی سازش ہوچکی ہے، لیکن اسلام کا نظریہ توحید اس انضمام کے لیے آہنی

دیوار بن گیا۔

برہمنی نظام میں اصل ذات پات کا نظام ہے، اور اس میں عورتوں کو کوئی مقام حاصل نہیں، اس لیے آزاد بھارت میں ہندتو کی مخالفت ہوتی رہی ہے۔ جب ملک کی ایس سی، ایس ٹی، او بی سی قومیں اور عورتیں تعلیم یافتہ ہوتی جارہی ہیں تو ہندتو اپنی موت مرتا جارہا ہے، اور دستور ہند نے منوواد پر لگام لگادی ہے۔ آر ایس ایس نے دستور ہند کو تسلیم نہیں کیا تھا اور منوسمرتی کو دستور بنانے کی سفارش کی تھی۔ بھاجپائی حکومت خفیہ طور پر منوسمرتی کے نفاذ کی سازش کر رہی ہے۔

سی اے اے (CAA) کے بعد دنیا کی تاریخ میں پہلی بار بھارت و دیگر ممالک میں لوگ ہندتو کے خلاف سڑکوں پر اتر کر اعلانیہ مخالفت کر رہے ہیں۔ بھارت میں مخالفین کی تعداد 78% بتائی جاتی ہے۔ اس کا واضح مفہوم ہے کہ ہندتو نا قابل قبول نظریہ ہے۔ ان مظاہروں نے ثابت کر دیا کہ ملک میں ہندو یعنی برہمنی نظام کے طرفدار اکثریت میں نہیں ہیں۔ ایس سی، ایس ٹی اور او بی سی کے قائدین نے اپنے ہندو ہونے کا صریح انکار کیا۔ برہمن قوم اسلام کو ایک زبردست خطرہ بتا کر تمام بت پرستوں کو یکجا کرنے کی سازش کر رہی ہے۔ برہمنوں نے تین ہزار سال تک مول نواسیوں پر ظلم وستم ڈھایا، حالاں کہ وہ بھی بت پرست تھے۔ اب مول نواسیوں کو سمجھ میں آچکا ہے کہ جب ظلم کرنا ہو تو ہمیں شودر بنا دیا جاتا ہے اور جب اپنی حکومت قائم کرنی ہو تو ہمیں ہندو بنا دیا جاتا ہے۔ چوں کہ برہمن قوم سناتن دھرم مانتی ہے، اور برہمنوں نے سناتن دھرم میں منوواد اور ہندتو کو داخل کر دیا، اس لیے سناتن دھرم کو ہندو دھرم کہا جانے لگا۔

بھارت میں سناتن دھرمی قلیل تعداد میں ہیں۔ آدی واسی (ST) کا دھرم سرنا (سری مت، آدی مت) ہے۔ ایس سی (SC) اور او بی سی (OBC) کی اکثریت نے سناتن دھرم سے خود کو الگ کر لیا ہے۔ یہ لوگ ڈاکٹر امبیڈکر کے پیروکار (Followers) بن چکے ہیں۔ ماضی میں سماجی مصلحین کی پیروی کاری اور سناتن دھرم سے جدائی کی روایت بہت مشہور ہے۔ سناتن دھرم کی یہ قدیم تاریخ ہے کہ اس دھرم میں جنم لینے والے متعدد مصلحین نے منوواد (موجودہ ہندتو) کے سبب سناتن دھرم سے خود کو الگ کر لیا۔ گوتم بدھ، مہاویر، گرونانک (۱۴۶۹ء-۱۵۳۹ء) وغیرہ سناتن دھرم میں جنم پانے والے سماجی مصلحین تھے، جنھوں نے برہمنی نظام کا انکار کر کے مساوات کا درس دیا تھا، پھر ان کے پیروکار انھیں اپنا قائد سمجھ کر سناتن دھرم سے الگ ہو گئے۔

منووادیوں نے ان کو تباہ کرنے کی کوشش کی، ناکامی کے بعد ان لوگوں کو اپنے قبضہ میں رکھنے کے واسطے ان قائدین کو وشنو کا اوتار بتا کر ان کے پیروکاروں کو ہندومت میں ضم کرنے کی کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ بدھ مت، جین مت اور سکھ مت کو اپنے اندر ضم کرنے کی کوشش ناکام ہوئی۔

ڈاکٹر امبیڈکر بھی مشہور سیاسی وسماجی ریفارمر ہے۔ اس نے بھی برہمن واد کے خلاف مضبوط آواز اٹھائی تھی، اور سناتن دھرم سے الگ ہو کر بدھ مذہب اختیار کر لیا تھا۔ ڈاکٹر امبیڈکر کی عوامی مقبولیت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ابھی بھارت میں ایس سی، ایس ٹی اور او بی سی کی اکثریت ڈاکٹر امبیڈکر کے پیروکار ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ لوگ اپنے ہندو ہونے کا انکار کر رہے ہیں اور بھارت کا منظر نامہ بدلتا نظر آرہا ہے۔ بھارت میں ایس سی، ایس ٹی اور او بی سی کی مجموعی تعداد 79%، اور برہمنوں کی تعداد 3.5% بتائی جاتی ہے۔ ''امبیڈکروادی نظریہ'' منوواد کا خاتمہ کر کے ملک اور دستور کو تحفظ فراہم کر رہا ہے۔

آج یا کل برہمنی نظام ڈاکٹر امبیڈکر کو وشنو کا اوتار بتا کر ایس سی (اچھوت شودر) اور او بی سی (غیر اچھوت شودر) کو اپنے اندر ضم کرنے کی کوشش کرے گا، کیوں کہ ان کے ہندو راشٹر کا خواب چکنا چور ہو چکا ہے۔ ابھی وہ طاقت کے بل پر مخالفین کو

دبانے کی کوشش میں ہیں، اس میں ناکامی کے بعد اپنے مخالفین کو آپس میں لڑائیں گے۔ اس میں ناکامی کے بعد ڈاکٹر امبیڈکر کے اوتار ہونے کا اعلان کر کے مخالفین کو دبانے کی کوشش ہوگی ۔ یہ منوواد کا ہزاروں سالہ قدیم طریق کار ہے۔ ابھی ہمیں ایس سی، ایس ٹی، او بی سی و دیگر سیکولر طبقات کے ساتھ سیاسی اتحاد کرنا چاہئے۔ یہی اتحاد ملک اور دستور کو تحفظ فراہم کرے گا۔

ہندو دھرم میں برہمنوں نے اپنی تعظیم وتکریم کے لیے ذات پات کا نظام رائج کر دیا تھا اور خود کو بھگوان کا درجہ دیا۔ برہمنوں نے دو جنم کا نظریہ ایجاد کیا۔ آریائی قوم دوسرے جنم میں ہے اور شودر پہلے جنم میں۔ آریائی اقوام کو معزز ومکرم اور ملک کی اصل باشندہ اقوام کو شودر کا نام دے کر ذلیل وحقیر سمجھا جاتا تھا۔ جین مذہب اور بدھ مذہب نے اس انسانیت سوز خیال کی تردید کی۔ ان دونوں مذاہب نے رامائن اور وید کو الہامی کتاب بھی تسلیم نہ کیا۔ ان دونوں مذاہب کے بانیان چھتری قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

رماشنکر ترپاٹھی نے لکھا: ''ایک عرصہ تک عام خیال یہ رہا کہ جین مت، بدھ مت کی ایک شاخ ہے، یا اس کے برعکس بدھ مت جین مت کی ایک شاخ ہے۔ اگرچہ دونوں مذہبوں میں بہت سی باتیں مشترک ہیں، لیکن کسی ایک کا دوسرے کی شاخ ہونے کا تصور اب بالکل فرسودہ ہوگیا ہے۔ دونوں ویدوں پر ایمان نہیں رکھتے، رسموں کی افادیت کے دونوں منکر ہیں۔ پرماتما کے سوال کو دونوں نے نظر انداز کیا ہے۔ پیدائش کی بنیاد پر امتیازات کی دونوں نے مذمت کی ہے''۔ (قدیم ہندوستان کی تاریخ ص ۱۳۱ - قومی کونسل برائے فروغ زبان اردو، دہلی)

رماشنکر ترپاٹھی نے لکھا کہ مہاویر اور گوتم بدھ دونوں چھتری تھے۔ گوتم بدھ سے متعلق ترپاٹھی نے لکھا: ''بدھ کے بانی بھی ایک ممتاز چھتری تھے۔ ان کا گھریلو نام گوتم تھا''۔ (قدیم ہندوستان کی تاریخ ص ۱۲۸ - اردو کونسل دہلی)

مہاویر سے متعلق ترپاٹھی نے لکھا: ''ان کے باپ سدھارتھ چھتریوں کے گیامنترک نامی گروہ کے سردار تھے''۔

(قدیم ہندوستان کی تاریخ ص ۱۲۶ - اردو کونسل دہلی)

جب سنہ ۱۵۰۰ ق م میں آریہ قوم ہندوستان آئی تو ایک مدت بعد ہندوستان کی مقامی حکومتوں پر قابض ہوگئی اور ملک کو ''ہندوراشٹر'' (برہمن راشٹر) بنادیا۔ ۵۵۰ قبل مسیح تا ۶۰۰ قبل مسیح شودروں کے نند خاندان کی حکومت مگدھ میں قائم ہوئی ، جس نے منوواد کو اکھاڑ پھینکا۔ برہمنوں نے اس کے خلاف ایک سازش تکشلا (پاکستانی پنجاب) میں رچی، اور اس حکومت کو ختم کرنے کے واسطے نند خاندان کے ایک باغی فرد چندر گپت موریا (سنہ ۳۴۰ ق م - سنہ ۲۹۸ ق م) کا انتخاب کر کے اسے قوت دی ، اور نند سلطنت کو شکست دے کر موریہ حکومت قائم کی گئی، اور پھر بھارت ہندوراشٹر بن گیا۔ چندر گپت کو فتح دلانے میں اس کے برہمن وزیر چانکیہ کا اہم کردار تھا۔ چندر گپت کے پوتے اشوک سمراٹ نے بدھ دھرم اختیار لیا اور بھارت بدھ راشٹر بن گیا۔ موریہ سلطنت بھارت کی سب سے بڑی سلطنت تھی۔ اس نے تمام بھارتی علاقوں کو اپنے اندر شامل کر لیا تھا۔ اس سلطنت کا خاتمہ سنہ ۱۸۵ ق م میں ہوا۔

ہندومت کے خلاف مہاویر (سنہ ۵۹۹ ق م - سنہ ۵۲۷ ق م) نے جین مذہب اور کچھ مدت بعد گوتم بدھ (سنہ ۴۸۰ ق م - سنہ ۴۰۰ ق م) نے بدھ دھرم کی بنیاد رکھی۔ بدھ مذہب کو تعجب خیز حد تک فروغ ملا۔ اسی عہد میں ہندوستان میں موریہ خاندان کا مہاراجا ''اشوک'' (سنہ ۳۰۴ ق م - سنہ ۲۳۲ ق م) بدھ مذہب قبول کر چکا تھا، اسے دیکھ کر ہندوستانی راجاؤں اور حکمرانوں نے بھی بدھ مذہب قبول کر لیا اور ہندوستان ''بدھ راشٹر'' بن گیا۔ اشوک نے چین، جاپان، لنکا، مصر، شام، یونان و دیگر ملکوں میں بدھ مذہب کی تبلیغ کے لیے مبلغین کو بھیجا۔ بدھ مذہب کی تبلیغ کے لیے کتابیں بھی لکھوائی۔ اب ملک میں ''ہندو مذہب'' کا زور

ختم ہو چکا تھا۔ اشوک کا دارالسلطنت پاٹلی پتر (پٹنہ) تھا۔ اشوک کے بعد رفتہ رفتہ بھارت میں طوائف الملوکی پھیلتی گئی، اور مختلف علاقوں کے راجاؤں نے خودمختاری اختیار کرلی۔ برہمنوں نے بدھ مذہب کے اثرات کو زائل کرنا شروع کیا۔ موریہ خاندان کے آخری راجا ''بر ہدرتھ'' کو اس کے برہمن سپہ سالار پشی متر شنگ (Pushya Mitra Shung) نے قتل کر کے مرکزی حکومت پر قبضہ کرلیا۔ اب شنگ حکومت قائم ہوئی۔ اس نے بدھسٹوں پر بہت ظلم کیا۔ اور برہمن واد کو فروغ دیا۔

طوائف الملوکی کے بعد مگدھ میں گپت خاندان کی حکومت ہوئی۔ پاٹلی پتر (پٹنہ) دارالسلطنت تھا۔ گپت خاندان کی حکومت ۳۲۱ء سے ۵۵۰ء تک قائم رہی۔ اس خاندان کا مشہور راجہ چندر گپت وکرما جیت (۳۷۵ء-۴۱۴ء) ہے۔ یہ خاندان ہندو تھا۔ اب دوبارہ ملک میں ہندو مذہب کو فروغ ملنے لگا، اور بھارت پھر ''ہندوراشٹر'' بن گیا۔ گپت خاندان کی حکومت ختم ہونے کے بعد پھر طوائف الملوکی کا دور آیا۔ اس کے بعد ہرش وردھن (۵۹۰ء-۶۴۸ء) بھارت کا بڑا طاقتور راجا ہوا، جس نے بھارت کے اکثر حصوں کو اپنے قبضے میں کرلیا۔ اس کا دارالحکومت قنوج تھا۔ ۶۳۰ء میں ہرش وردھن نے بدھ مذہب اختیار کرلیا اور ملک دوبارہ بدھ راشٹر بن گیا۔ ہرش وردھن کی موت کے بعد طوائف الملوکی پھیل گئی۔ ہرش وردھن کی فوج میں زیادہ تر آرین قوم کے لوگ تھے۔ ہرش وردھن کے بعد جب بدنظمی پھیلی تو ان لوگوں نے مختلف علاقوں میں اپنی خومختار حکومت قائم کرلی۔ یہی لوگ راجپوت کہلائے۔

جب مسلم حکمرانوں نے بھارت پر حملہ کیا تو یہاں کوئی منظم حکومت نہیں تھی، بلکہ بہت سے راجے، مہاراجے مختلف علاقوں پر قابض تھے۔ چوں کہ ان میں اکثر راجے، مہاراجے آرین قوم کے لوگ تھے، اس لیے اس وقت برہمنوں کا عروج تھا اور برہمن واد کو فروغ مل رہا تھا۔ ۷۱۲ء میں محمد بن قاسم نے سندھ پر حملہ کیا اور سندھ پر قبضہ کرلیا، پھر افغانستان کے مسلم حکمرانوں نے بھارت پر قبضہ کرلیا اور برہمن وادحکومتوں کا خاتمہ ہو گیا، پھر انگریز آ گئے، اور آزادی کے بعد دستور ہند آ گیا۔ اب بھارت کو ہندوراشٹر بنانے کے لیے اس دستور کو ختم کرنا ضروری ہے۔ اس کی خفیہ کوشش جاری ہے۔

عہد ماضی میں لفظ ''ہندو'' استعمال نہیں ہوتا تھا۔ اس تحریر میں ہندوراشٹر سے منووادی راشٹر مراد ہے، جو برہمنی نظام پر قائم ہو۔ آریوں نے بھارت میں آنے کے کچھ دنوں بعد اپنی حکومتیں قائم ہوئیں۔ اس طرح بھارت پہلی بار ہندوراشٹر بنا۔ نند خاندان کی حکومت نے ہندوراشٹر کو ختم کیا۔ موریا سلطنت کے ابتدائی عہد میں پھر بھارت ہندوراشٹر بن گیا۔ اسی خاندان کے اشوک سمراٹ نے ملک کو بدھ راشٹر بنا دیا۔ اس کے بعد گپت خاندان کی حکومت کے عہد میں بھارت ہندوراشٹر بن گیا۔ اس کے بعد ہرش وردھن نے بھارت کو بدھ راشٹر بنا دیا۔ اس کے بعد ملک میں طوائف الملوکی رائج ہوگئی۔ اس کے بعد بھارت میں مسلمانوں کی آمد ہوگئی۔ اس طرح تین عہد یعنی آریائی حکومت، موریا حکومت (ابتدائی عہد) اور گپت حکومت میں بھارت ہندوراشٹر تھا۔ نند خاندان کے عہد حکومت میں برہمنوں کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ موریہ سلطنت (سمراٹ اشوک اور مابعد) اور ہرش وردھن کے عہد حکومت میں بھارت بدھ راشٹر تھا۔ طوائف الملوکی کے عہد میں برہمنوں کا جہاں زور چلا، وہاں منوواد کو فروغ دیا اور شودروں پر ظلم وستم ڈھایا۔ اب شودروں کی جگہ مسلم قوم پر شودروں کے ذریعہ ظلم وستم ڈھایا جاتا ہے۔ اس کے بعد شودروں کا نمبر آئے گا۔ برہمنی نظام میں اپنے دشمنوں کو باہمی جنگ میں مبتلا کر کے ختم کرنے کی روایت بہت قدیم ہے۔

❁❁❁

عافیہ: ایک تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ

علامہ رضوان احمد نوری شریفی
بانی الجامعۃ البرکاتیہ، گھوسی، ضلع مئو۔ یوپی

فن صرف کی اہمیت:

حقیقت یہ ہے کہ صحیح بولنا اور سمجھنا اوزان کلمات کے علم پر موقوف ہے، جب تک کلمات کے اوزان معلوم نہ ہوں گے اس وقت تک نہ تو صحیح بولا جاسکتا ہے اور نہ صحیح سمجھا جاسکتا ہے اور کلمات کے اوزان چونکہ علم صرف ہی سے معلوم ہوتے ہیں اس لئے اس فن کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہیکہ قدیم زمانہ سے مختلف ادوار میں اس فن پر کتابیں لکھی اور پڑھی جاتی رہی ہیں۔ مثلاً علامہ ابن حاجب نے ساتویں صدی ہجری میں شافیہ، آٹھویں صدی ہجری میں علامہ سراج الدین عثمان اودھی نے میزان الصرف، علامہ سید شریف جرجانی نے صرف میر، آٹھویں یا نویں صدی ہجری میں شیخ صفی ردولوی نے پنج گنج غالباً اسی کے آس پاس علامہ شیخ حمزہ بدایونی نے منشعب، گیارہویں صدی ہجری میں علامہ قاضی سید اکبر علی نے فصول اکبری اور تیرہویں صدی ہجری میں علامہ مفتی عنایت احمد صاحب رضی اللہ عنہم نے علم الصیغہ تصنیف فرما کر شائقین علم پر احسان فرمایا۔ عافیہ بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔

یہ کتاب مختصر مگر جامع ہے، صرف کے تمام مسائل اور فوائد پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ جتنی مروجہ کتابیں درس میں شامل ہیں ان میں کوئی ایسی کتاب نہیں، جو فن صرف کے تمام مسائل کو حاوی ہو، چنانچہ میزان ومنشب میں ماضی مطلق سے لیکر اسم تفضیل تک کی گردانیں اور ان کے بنانے کے قاعدے، ثلاثی مجرد ومزید فیہ، رباعی مجرد ومزید فیہ ملحق کی گردانیں اور ان کے تحت چند مصادر کا ذکر ہے اور کہیں کہیں کچھ کلمات کی تعلیل بھی ہے۔ پنج گنج میں صحیح ومعتل ومہموز کا ذکر ہے اور گردانیں صرف معتل اور مضاعف کی لکھی گئی ہیں اور ضمناً مفصل کے کچھ قواعد بھی بیان کئے گئے ہیں۔ ابواب کی خاصیات کا ذکر اس میں بھی ہے اور فصول اکبری میں بھی ہے مگر پنج گنج میں اصطلاحات کی تعریف نہیں کی گئی ہے۔ کہیں کہیں اصطلاحی معانی کی طرف اشارہ ہے اور فصول اکبری میں اکثر اصطلاحی معانی بتائے گئے ہیں اور کہیں کہیں صرف مثالوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔ اسی طرح علم الصیغہ میں ثلاثی مجرد کے دوباب ''فَضِلَ اور کَادَ'' کا ذکر نہیں، یونہی فعل ماضی کی تمام قسمیں، انکی گردانیں اور ان کے بنانے کے قواعد نہ تو پنج گنج اور نہ صرف میر میں ہے اور نہ ہی علم الصیغہ میں، فصول اکبری میں بھی ماضی کی قسموں، ان کے بنانے کے قواعد اور بہت سی باتیں نہیں ہیں۔ مذکورہ باتوں میں سے کچھ کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان کی جائیگی۔

الغرض مذکورہ کتابوں میں ایسی کوئی کتاب نہیں، جس میں از ابتدا تا انتہا صرف کے تمام مسائل وقواعد یکجا موجود ہوں کہ صرف اسی ایک کتاب کو پڑھکر تمام مسائل سے واقفیت ہوسکے اور مزید کسی کتاب کی ضرورت نہ پیش آئے، میری اس گفتگو سے کوئی یہ نہ سمجھے، کہ میں مذکورہ کتابوں اور ان کے مصنفین کی تنقیص بیان کررہاہوں۔ حاشا وکلا میرے حاشیۂ خیال میں یہ بات آہی نہیں سکتی کیونکہ میں سمجھتا ہوں، کہ مذکورہ کتابیں عصری تقاضوں کے مطابق تصنیف کی گئی ہیں۔ مثلاً میزان ومنشعب ابتدائی طلبہ کے اذہان کے پیش نظر لکھی گئی اور صرف میر، پنج گنج وغیرہ میں وہ باتیں ترک کردی گئیں، جن کا ذکر میزان ومنشعب یا کسی دوسری ابتدائی کتاب میں ہوچکا ہے۔ اسی طرح فصول اکبری میں، بہت سی وہ باتیں جن کا ذکر میزان ومنشعب، صرف میر اور پنج گنج میں ہوچکا ہے، ترک کردی گئیں۔ علم الصیغہ میں بھی وہ باتیں، جن کا ذکر مذکورہ کتابوں میں ہوچکا ہے، مکمل طور سے بیان نہیں کی گئیں۔ آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پیشتر وقت کی فراوانی اور مشاغل کی کمی تھی، اس لئے ممکن ہے، کہ کسی نے اس کی ضرورت محسوس نہ کی ہو، کہ ایک ایسی کتاب ہونی چاہئے، جو صرف کے تمام مسائل پر مشتمل ہو۔ لیکن مصنف علام ملک العلماء کی دوررس نگاہ دیکھ رہی تھی، کہ

ایک ایسا دور آنے والا ہے، جس میں مشاغل کی فراوانی اور وقت کی تنگی ہوگی اور فارسی زبان کا رواج ختم ہوجائیگا۔ اس لئے آپ نے عافیہ تصنیف فرمائی۔ جو آسان اور سلیس اردو زبان میں ہے اور از ابتدا تا انتہا صرف کے تمام مسائل کو حاوی ہے۔ جو بلاشبہ صرف کی دوسری کتابوں سے بے نیاز کردینے والی ہے غالباً اسی لئے اس کا نام "عافیہ" رکھا گیا۔

عافیہ کی خصوصیات:

۱۔ مذکورہ بالا کتابوں میں شافیہ عربی زبان میں اور باقی کتابیں فارسی زبان میں ہیں اور ظاہر ہیکہ مادری زبان میں مسائل وقواعد کا علم بہ نسبت دوسری زبانوں کے آسانی سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے عافیہ کو سلیس اردو زبان میں تصنیف فرمایا، تاکہ مبتدی طلبہ بھی آسانی سے سمجھ سکیں۔ ساتھ ہی اس بات کی بھرپور کوشش کی گئی ہے، کہ فن سے متعلق کوئی مناسب اور ضروری بات رہ نہ جائے۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے فن صرف کی تعریف اس کا موضوع اور غرض وغایت کو مختصر الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

"جس علم کے ذریعہ اوزانِ کلمات معلوم ہوں اس کو علم صرف کہتے ہیں، غرض اس سے یہ ہے کہ صیغوں کے بولنے اور سمجھنے میں غلطی نہ ہو، موضوع اس کا کلمہ ہے"۔

۲۔ مذکورہ کتابوں میں سے صرف شافیہ میں علم صرف کی تعریف کی گئی ہے۔ مگر موضوع اور غرض وغایت کا ذکر نہیں ہے۔ صرف میر میں تصریف (گردان) کی تعریف تو ہے، مگر علم صرف، اس کی غرض اور موضوع کا ذکر نہیں ہے۔ اسی طرح اسم، فعل اور حرف کا ذکر بعض کتابوں میں تو ہے ہی نہیں اور بعض کتاب مثلاً صرف میر میں ہے۔ مگر، تعریف نہیں اور علم الصیغہ میں ان کا ذکر تعریف کے ساتھ ہے۔ مگر جس مختصر اور آسان انداز میں مصنف علام نے ان کی تعریف کی ہے، ایسا انداز اب تک اردو کی کتابوں میں بھی نظر نہیں آیا۔ چنانچہ کلمہ کی تعریف کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

"جو کلمہ اپنے ذاتی معنی کو نہ بتا سکے اس کو حرف کہتے ہیں جیسے مِنْ، اِلٰی کہ خود یہ دونوں کلمے اپنے ذاتی معنی ابتدائے غایت اور انتہائے غایت کو نہیں بتاتے، جب تک دوسرا کلمہ اس کے ساتھ نہ ملایا جائے اور اگر اپنے ذاتی معنی پر دلالت کرے، مگر تینوں زمانے ماضی، حال، استقبال سے کوئی بھی اس میں نہ پایا جائے، تو وہ اسم ہے۔ جیسے (زَیْدٌ عَالِمٌ) جو کلمہ اپنے ذاتی معنی پر دلالت کرنے کے ساتھ کسی زمانہ کو بھی بتائے، اس کو فعل کہتے ہیں جیسے نَصَرَ (اس نے مدد کی زمانہ گذشتہ میں)"۔

عربی زبان کی کتابوں میں ذاتی معنی کی تعبیر "معنی فی نفسها" سے کی گئی ہے، اور فارسی زبان کی کتابوں میں معنیٔ مستقل سے کی گئی۔ جس کا سمجھنا مبتدی طلبہ کیلئے آسان نہ تھا۔ مگر مصنف علام نے اس کی تعبیر ذاتی معنی سے کرکے بالکل آسان کردیا۔ مذکورہ بالا عبارت سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے، کہ آپ کو کسی معنی کو مختصر اور سلیس الفاظ میں بیان کرنے کا ملکہ حاصل تھا۔

۳۔ اسی طرح جو باتیں مذکورہ کتابوں میں تو مذکور ہیں، مگر کہیں کہیں صرف اصطلاحی لفظ پر اکتفا کیا گیا ہے، تو آپ نے اس کی تعریف کرتے ہوئے، اس کی وضاحت فرمادی ہے۔ چنانچہ پنج گنج اور فصول اکبری میں خاصیت کا بیان تو ہے، مگر خاصیت کی تعریف نہیں۔ لیکن عافیہ میں اس کی تعریف ان الفاظ کی گئی ہے۔

"خاصیت اس اثر کو کہتے ہیں جو اسی شے پر مرتب ہوخواہ اس کے ساتھ مختص ہو جیسے مغالبہ خاصہ نَصَرَ کا ہے، یا دوسرے میں بھی پایا جائے جیسے تعدیہ کہ افعال و تفضیل وغیرہ میں پایا جاتا ہے"۔

۴۔ پنج گنج اور صرف میر میں صرف خاصیات کی اصطلاحات کا ذکر ہے۔ کہیں کہیں اجمالی طور پر معانی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور فصول اکبری میں اکثر اصطلاحات کے مختصر انداز میں معانی بیان کرتے ہوئے، مثالیں دی گئی ہیں۔ مگر عافیہ میں تمام اصطلاحات کی تعریفات مع امثلہ بیان کی گئی ہیں اور بعض مقامات پر اس بات کو بھی واضح طور پر بیان کردیا گیا، جس کی طرف تبادر ذہنی نہیں ہوتا۔ مثلاً شافیہ اور پنج گنج میں باب افعال کی خاصیت تعدیہ بتا کر مثال پیش کردی ہے اور فصول اکبری میں بھی تعدیہ اور تصییر کا ذکر کرنے کے بعد مثال پر اکتفا کیا ہے۔ مگر عافیہ میں اس کی پوری وضاحت کی گئی ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

"(خاصیت افعال) تعدیہ و تصییر یعنی فعل لازم کو متعدی اور متعدی بیک مفعول کو بدو مفعول اور بدو مفعول کو سہ کردینا جیسے خرج زید نکلا زید اخرجتہٗ نکالا میں نے اس کو لزمہ لازم ہوا وہ اس کو، الزمتہٗ لازم کردیا میں نے اس کا اس کو علِمتُ زیداً فاضلاً جانا میں نے زید کو فاضل اعلمت عمرواً زیداً فاضلاً معلوم کرایا۔ میں نے عمرو کو زید کو

فاضل (عمرو کو کہ زید فاضل ہے)۔ حقیقت یہ ہے، کہ جہاں تعدیہ کا ذکر ہوتا ہے، عام طور سے یہی سمجھا جاتا ہے۔ فعل لازم جب باب افعال سے آتا ہے، تو متعدی ہو جاتا ہے۔ اس بات کی طرف ذہن نہیں جاتا ہے، کہ متعدی بیک مفعول باب افعال میں آنے کے بعد متعدی بدو مفعول ہو جاتا ہے اور متعدی بدو مفعول اس باب میں آنے کے بعد متعدی بسہ مفعول ہو جاتا ہے۔ مگر حضرت مصنف علیہ الرحمہ نے اس کو وضاحت سے بیان فرمایا، جس کا ذکر اس فن کی دوسری کتابوں میں نظر نہیں آتا۔

۵۔ علم الصیغہ میں نصر سے مہموز فا کی گردان کے بعد تحریر فرماتے:

''امر ایں باب کہ خذ آمدہ برخلاف قیاس است، قیاس مقتضی آں بود کہ اُوخُذ می آید بابدال ہمزہ بواو بقاعدہ اؤمِن ہم چنیں امر اکل یا کُل آمد۔ ودر اَمَرَ یامُرُ حذف ہمزتین وابقائے ہر دو ہم جائز ست۔ مُر واُؤمُر ہر دو آمد''۔

مگر عافیہ میں اس کو مختصر الفاظ میں بیان کرتے ہوئے خلاف قیاس حذف کی وجہ بھی بیان کی گئی۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''اور کُل، خذ، مُر میں حذف خلاف قیاس ہے مطابق قاعدہ اوکل، اور اوخذ او مر ہونا چاہئے تھا مگر کثرت استعمال کی وجہ سے خلاف قیاس حذف کیا گیا''۔

ابھی علم الصیغہ کی مذکورہ بالا عبارت میں یہ بتایا گیا کہ اَمَرَ یامُرُ میں دونوں ہمزہ کے حذف کے ساتھ مر بھی آیا ہے اور دونوں کو باقی رکھتے ہوئے اُومر بھی آیا ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں ہو رہا ہے، کہ ان میں کون فصیح ہے اور افصح کی کیا صورت ہے اور افصح کیوں ہے؟

لیکن عافیہ میں مختصر الفاظ میں اس کی وضاحت موجود ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''البتہ خُذ اور کُل یہ التزام محض سماعی خلاف قیاس ہے اور اومر سے مُر فصیح ہے مگر وَمُرُ سے وَ اْمُرُ افصح کہ قرآن شریف میں یوں ہی آیا ہے''۔

اسکی تائید علامہ ابن حاجب کی شافیہ سے بھی ہو رہی ہے چنانچہ شافیہ میں ''والتزموا خذو کل علی غیر قیاس لکثرۃ و قالوا مُرُ وھو افصح من اُومُر اما وَ امُر فصح من وَمَر'' ص ۱۰۸ مگر وَ اْمُرُ کے افصح ہونے کی وجہ انہوں نے بھی نہیں بتائی، یہ وجہ صرف عافیہ میں ہے۔

۶۔ پنج گنج میں ہمزہ کے صرف تین قاعدے ہیں علم الصیغہ میں دس قاعدے ہیں۔ مگر عافیہ میں تیرہ قاعدے بیان کئے گئے ہیں فصول اکبری میں دس سے کم ہی ہیں صرف میر میں مہموز کی گردان، تو ہے۔ مگر قواعد نہیں۔ علم الصیغہ میں ہمزہ کا بھی نواں قاعدہ جو بیان کیا گیا، اس کی تین مثالیں سَال وَ سَئِمَ اور لَؤمَ پیش کی گئی ہیں۔ مگر عافیہ میں یہ قاعدہ واضح انداز میں بیان کرنے کے بعد نو مثالیں پیش کی گئی ہیں اور نو مثالیں اس لئے پیش کی گئی ہیں، کہ اس کی نو صورتیں ہیں چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''ہمزہ منفردہ متحرک ہو اور ماقبل اس کا بھی متحرک ہو جیسے سَئَال، مَاہ، موجل، سَئِمَ، مستهزئين، سُئل، رُؤُف، مُستهزؤن، رُؤُس یعنی ہمزہ مفتوحہ، ماقبل مفتوح یا مکسور یا مضموم، ہمزہ مکسورہ ماقبل مفتوح یا مکسور یا مضموم، ہمزہ مضموم ماقبل مفتوح یا مکسور یا مضموم ان نو صورتوں میں دوم وسوم میں بقاعدہ ۲/ یا اور واؤ سے بدلا جائے گا اور ششم وہشتم میں اختلاف ہے۔ بعضوں کے نزدیک بین بین قریب اور بعضوں کے نزدیک بین بین بعید ہے باقی میں بالاتفاق بین بین قریب ہے۔ یہ بات صرف شافیہ میں موجود ہے چنانچہ تحریر فرماتے ہیں ''وان کان قبلها متحرک فتسع مفتوحة قبلها الثلث و مکسورة کذلک و مضمومة کذلک نحو سأل و مائه و مَوَجَلَ وَسَئِم و مستهزئين وسئل ورؤُفٍ و مستهزؤن ورؤس نحو موَجَل واوٌ ونحو مائة ياء ونحو مستهزؤن وسئل بين بين المشهور وقيل البعيد والباقي بين بين المشهور'' ص ۱۰۷، ۱۰۸

۷۔ دو سے زائد ہمزہ کا اجتماع ہو جائے تو کس طرح پڑھا جائے اس کا ذکر علم الصیغہ میں نہیں فصول اکبری میں اجمالاً بغیر مثال کے ان الفاظ میں مذکور ہے وإذا اجتمع اکثر من همزتين خفف الثانية والرابعة وحقق الاولی والثالثة والخامسة ص ۵۳۔ مگر عافیہ میں اس کی مثال پیش کر کے سمجھایا گیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

جب دو ہمزوں سے زیادہ ایک جگہ جمع ہوں تو دوسرے چوتھے میں تخفیف ہوگی اور پہلا، تیسرا پانچواں اپنی حالت پر رہے گا جیسے اَوَ أبا بروزن سَفرَ جَلْ کہ اصل میں اَءَ ءَ ءَ ءَ تھا۔

۸۔ اسی طرح جب دو ہمزہ دو کلمہ کے ایک جگہ جمع ہوں، تو اس کی کتنی صورتیں ہوتی ہیں۔ شافیہ وغیرہ میں ذکر نہیں، اجمالاً فصول اکبری میں ذکر ہے۔ مگر عافیہ میں تفصیل کے ساتھ ان تمام صورتوں کو بیان کرنے کے بعد ہر ایک کی وضاحت مثالوں سے کی گئی اور تخفیف و تحقیق کی وجہ بھی بیان کر دی گئی ہے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

''جب دو ہمزہ دو کلمہ کے ایک جمع ہوں، تو دونوں ثابت رکھنا اور دونوں میں تخفیف کرنا بطریق منفردہ یا اول میں بطریق انفراد اور

ثانی میں بطریق مجتمعہ یا لاعلی التعیین ایک کی تخفیف بطریق منفردہ یا مجتمعہ اور دوسرے کو بدستور ثابت رکھنا، بلکہ اگر دونوں متفق الحرکت ہیں اور ہمزہ اولیٰ لام کلمہ ہو تو دو وجہ اور بھی جائز ہیں لاعلی التعیین ایک کو حذف کرنا اور دوسرے کو ثابت رکھنا، یا اول کو ثابت رکھ کر اور دوسرے کو بطرز ساکنہ وفق حرکت ماقبل سے بدلنا بھی جائز ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے، کہ یہاں بارہ صورتیں ہیں (اول) ہمزہ ثانیہ مفتوح، ماقبل یعنی ہمزہ اولیٰ مفتوح جیسے جاءَ أَحد (دوم) ہمزہ اولیٰ مضموم جیسے یَدْرَءُ أَحد (سوم) ہمزہ اولیٰ مکسور جیسے من تلقاءِ أَحَدٍ (چہارم) ہمزہ اولی ساکن جیسے لَمْ یَدْرَءْ أَحَدٌ (پنجم) ہمزہ ثانیہ مکسور اولیٰ مفتوح جیسے جَاءَ إِبِلٌ (ششم) اولیٰ مضموم جیسے یدرءُ إِبِلٌ (ہفتم) اولیٰ مکسور جیسے من تلقاءِ إِبِلٍ (ہشتم) اولیٰ ساکن جیسے لم یَدْرَءْ إِبِلٌ (نہم) ہمزہ ثانیہ مضموم اولیٰ مفتوح جیسے جاءَ أُولٰئک (دہم) اولیٰ مضموم جیسے یَدْرَءُ أُولٰئک (یازدہم) ہمزہ اولیٰ مکسور مِن تلقاءِ أُولٰئک (دوازدہم) ہمزہ اولیٰ ساکن لم یدرءْ أُولٰئک۔

تو ان تمام صورتوں میں دونوں ہمزوں کو ثابت رکھنا بھی جائز ہے۔ اس لئے، کہ یہ اجتماع عارضی ہے اور دونوں ہمزوں میں تخفیف بھی جائز ہے۔ اس لئے، کہ اگرچہ عارضی ہے۔ مگر اجتماع کی وجہ ثقل ضروری ہے اور کسی ایک کی تخصیص محض تحکم ہے۔ اس لئے دونوں میں تخفیف کریں گے۔ اور لاعلی التعیین ایک میں بھی تخفیف جائز ہے۔ اس لئے، کہ ثقل اجتماع کی وجہ سے ہے، تو جب کسی ایک میں تخفیف ہوگی، تو ثقل جاتا رہے گا۔ مگر ابوعمرو کا مختار تخفیف اولیٰ ہے اور خلیل کے نزدیک پسندیدہ تخفیف ثانیہ ہے اس لئے، کہ اول تک کو ثقل نہیں تھا دوسرے کی وجہ سے ہوا، تو دوسری ہی میں تخفیف مناسب۔ باقی وجوہ تخفیف ماسبق سے واضح ہے۔

۹۔ اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ابواب اور ان کی گردانوں کا ذکر کرنے کے بعد مجموعی تعداد پھر انھیں کثیر الاستعمال کی تعداد اور ان کی تفصیل بھی مذکور ہے۔ چنانچہ حضرت مصنف علام حضور ملک العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"بالجملہ تمام ابواب ۵۱/ ہیں پانچ ثلاثی مجرد مطرد ۳/ ثلاثی مجرد شاذ ۱۳/ ثلاثی مزید مطلق با ہمزہ وصل ۵/ بے ہمزہ وصل ۱/ رباعی مجرد ا/ رباعی مزید بے ہمزوصل ۲/ رباعی مزید با ہمزہ وصل ۷/ ملحق برباعی مجرد ۱۴/ ملحق برباعی مزید مگر ان میں مشہور اور کثیر الاستعمال صرف ۴۰/ ہیں ۶/ ثلاثی مجرد ۷/ ثلاثی مزید با ہمزہ وصل ۵/ بے ہمزہ وصل ۱/ رباعی مجرد ۱/ رباعی مزید بے ہمزہ وصل ۲/ با ہمزہ وصل ۷/ ملحق برباعی مجرد ۱۱/ ملحق برباعی مزید جو ہر قسم کے اول میں ذکر کئے گئے"۔

۱۰۔ ایک خاص بات یہ بھی ہے، کہ اخیر کتاب میں چند مشکل صیغے کے ساتھ ان کی اصل بھی مکتوب ہے اور تمرین وتشحید کے پیش نظر اور کتابوں کی طرح جوابات نہیں لکھے گئے۔ چنانچہ خود حضرت مصنف علام حضور ملک العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں:

"اب جملہ مباحث ضروریہ صرفیہ سے فراغت کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے، کہ بعض مشکل صیغے اخیر میں درج کردیئے جائیں، تاکہ تمرین الطلاب وتشحید الاذہان ہو۔ اگرچہ آخر پنج گنج وخاتمۂ علم الصیغہ میں بھی یہ درج ہے اور وہیں سے میں نقل کرتا ہوں، مگر ازانجا کہ ان دونوں کتابوں میں صیغے مع جواب وتعلیل درج ہیں۔ اس لئے عموماً درس سے خارج رہتے ہیں، کہ معلم اور متعلم دونوں کے خیال میں یہ آتا ہے، کہ جوابات درج ہیں، تو خود طلبہ دیکھ لیں گے۔ اس کے بعد دوسری کتاب شروع کرنے کے بعد ان کی طرف توجہ نہیں رہتی بنابریں میں نے مناسب خیال کیا کہ نفس صیغے بہ ترتیب مباحث ووضع کلمات لکھدیئے جائیں اور اعانت بالائے اعانت یہ ہو کہ ان صیغوں کے اصول بھی درج ہوں تاکہ ایک توجہ میں طلبہ جواب دے سکیں۔ معلمین کو چاہئے کہ طلبہ جب صیغے بتالیں تو خود انھیں سے تعلیل بھی پوچھیں"۔

الغرض اس کتاب کی افادیت فن صرف کی تمام مذکورہ کتابوں سے زیادہ ہے اس کے پڑھنے اور پڑھانے سے وہ باتیں چند مہینوں میں حاصل ہوسکتی ہیں جو دوسری کتابوں سے سالہا سال کی محنت کے بعد حاصل ہوتی ہیں۔ مدارس عربیہ کے ذمہ داروں کو چاہئے کہ عافیہ کو نصاب میں داخل کریں تاکہ طلبہ کو علم صرف کم مدت میں آسانی سے حاصل ہوجائے۔

☆☆☆

پہلے عرسِ حضور سراجِ ملت کی ۳/روزہ تقریبات

'حضور سید بادشاہ میاں قبلہ کی پرنور دعاء پر اختتام پذیر

دنیائے سنیت کی عظیم علمی، روحانی اور عبقری شخصیت خلیفہ حضور مفتی اعظم حضور سراجِ ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ سید سراج اظہر رضوی نوری نور اللہ مرقدہٗ (پھول گلی) کے پہلے عرس پاک کی ۳/ روزہ تقریبات بخیر وعافیت اختتام پذیر ہوئیں اور ہر تقریب شایانِ شان رہی۔ انجمن برکاتِ رضا اور دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم کے زیر اہتمام 'پہلا عرسِ حضور سراجِ ملت' تزک واحتشام کے ساتھ منایا گیا۔ ملک کے کونے کونے سے زائرین نے شرکت کی۔ مہمان علماء مشائخ کے علاوہ کثیر تعداد میں مقامی اور بیرونی علماء بھی شریک رہے۔ اس موقع پر فارغین کی جانب سے حضور سراجِ ملت کی مختصر حیات خدمات پر مشتمل شائع شدہ کتابچہ 'ضیائے سراجِ ملت' [تالیف جانشین سراج ملت سید محمد ہاشمی رضوی] کا رسم اجراء بھی عمل میں آیا۔ پہلے اور دوسرے دن کی کامیاب تقاریب کے بعد تیسرے دن صبح ۶/ بجکر ۴۵/ منٹ پر آستانہ عالیہ حضور سراجِ ملت پر قل شریف اور چادر پوشی سے عرس کا آغاز ہوا۔ بعدہٗ قرآن خوانی اور نعت ومنقبت کی محفل کا اہتمام ہوا جس میں طلبائے دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم کے علاوہ مولانا ذکی اللہ رضوی (واشی) مولانا عبد الباری (اندھیری) وغیرہ نے کلام پیش کئے اور اس موقع پر قاضی شریعت مفتی اشرف رضا قادری، حضرت مولانا سید عبد الجلیل رضوی (عبد السلام مسجد) مفتی عبد الصمد رضوی ودیگر علماء کا بیان بھی ہوا، جس میں انہوں نے حضور سراجِ ملت علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کو اجاگر کیا۔ عرسِ سراجِ ملت کا آخری اور اہم اجلاس ۲۸/ کو بعد نماز مغرب منعقد ہوا اور رات ایک بجے کے قریب اختتام پذیر ہوا۔ اس اجلاس میں شہزادہ فاتح بلگرام حضرت ڈاکٹر سید محمد بادشاہ حسین واسطی قادری مدظلہ العالی (خانقاہ واسطیہ صغرویہ بلگرام شریف، یوپی) نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ والوں کو کوئی ڈر خوف نہیں ہوتا، اس لئے کہ وہ ہر لمحہ خشیت الٰہی میں ہوتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ سراجِ ملت کے عرس میں آنے والو! عرس میں آنا کمال نہیں ہے، بلکہ عرس سے صحیح پیغام لیکر جانا اور اس پر عمل کرنا کمال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ سراجِ ملت پوری زندگی نبی کی محبت کا مشن چلاتے رہے، ان کی زندگی کا نصب العین جانِ ایمان کی محبت کو عام کرنا تھا، یہی وجہ تھی کہ وہ مصطفیٰ جانِ رحمت کے عاشقِ صادق امام احمد رضا کے مسلک کا علم بلند کرتے رہے۔ اس چیز نے ان کی محبت کو اہل ایمان کے دلوں میں پیوست کر دیا۔ حضور بادشاہ میاں نے فرمایا کہ اہل محبت کو چاہئے کہ وہ سراجِ ملت کے مشن کو کامیاب بنانے کے لئے ان کے صاحبزادوں کا ہر موڑ پر ساتھ دیں اور کاندھے سے کاندھا ملا کر چلیں۔ 'دار العلوم فیضانِ مفتی اعظم' کے مہتمم اور پرنسپل جانشین حضور سراجِ ملت مولانا سید محمد ہاشمی رضوی نے تمام علماء ومشائخ وشرکاء حضرات کا شکریہ ادا کیا اور حضور سراجِ ملت کے نمایاں اوصاف کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ سراج ملت کی حیات کا سرمایہ مسلک اعلیٰ حضرت کا تحفظ اور اس کی اشاعت ہے۔ آپ نے کہا کہ حضور سراجِ ملت کا مجاہدانہ کردار ہمارے لیے ایک نمونہ ہے جسے ہمیشہ اور آج کے حالات میں خصوصی طور پر زندہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ جانشین سراج ملت نے حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان مسلمان بن جائیں تو کوئی ان کا بال بیکا نہیں کرسکتا۔ آپ نے کہا کہ ہندوستانی

مسلمان یہیں پیدا ہوا ہے اور یہیں مر کر دفن ہوگا۔ دنیا کی کوئی طاقت مسلمانوں کو ہندوستان سے الگ نہیں کرسکتی۔ سید صاحب نے سراجی تیور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا، ایک NRC نہیں ۳۶۵/NRC جیسے غیر دستوری قانون لاؤ CAB کو اپنی طاقت کے بل پر CAA کرڈالو غریب نواز کے بھارت کا مسلمان اس ملک کو چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گا۔ ہندوستان کا غیور مسلمان کسی پارٹی کے رحم وکرم پر نہیں، بلکہ غریب نواز کے فیضان کرم پر زندگی گذارتا ہے اور گزارتا رہے گا۔ اس لیے مسلمان قطعا ہراساں نہ ہوں، ہاں مسلمان بن کر دکھائیں تا کہ اسلام کی حقانیت روشن ہو اور ہماری نسلیں ہم پر فخر کرسکیں۔ 'القلم فاؤنڈیشن' پٹنہ کے بانی اور مرکزی ادارہ شرعیہ پٹنہ کے چیف قاضی مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجدؔ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے پیغام عشق رسالت پر مدلل گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ امام احمد رضا اپنے محبوب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے عاشق وشیدا تھے کہ انہیں مظاہر قدرت میں بھی حضور ہی کے جلوہ کی جھلک نظر آتی تھی اور ہر جلوہ انہیں سے فیض یاب ومستنیر نظر آتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے مظاہر قدرت کو نعت ہی کے رنگ میں دیکھا اور جو دیکھا اسے نعتیہ ادب کا شاہکار بنا کر اوروں کے لیے بطور دلیل پیش کردیا۔ انہوں نے کہا کہ اعلیٰ حضرت دنیائے سنیت کی واحد شخصیت ہیں جنہوں نے آسمان کی وسعت، سورج کی تابانی، چاند کی چاندنی، ستاروں کی چمک، پھولوں کی مہک، کلیوں کی چٹک، پہاڑ کی بلندی اور زمیں کی پستی حتی کہ کل مناظر کائنات کو نعت بنا کر پیش کیا ہے۔ جنہیں اس دعوی کی دلیل دیکھنی ہو وہ صحیفہ عشق رسول یعنی حدائق بخشش کا مطالعہ کریں۔ اپنے بیان کی صداقت پر انہوں نے امام احمد رضا کی شاعری سے بیسیوں اشعار پیش کئے۔ جس سے اہل علم خوب خوب محظوظ ہوئے۔ فاضلِ بغداد حضرت مولانا انیس عالم سیوانی (بانی امام احمد رضا فاؤنڈیشن، لکھنو) نے کہا کہ بی جے پی گورنمنٹ کی جانب سے لایا گیا قانون خواہ این آرسی ہو، سی اے اے ہو یا 'این پی آر' یہ سب کے سب ایسے قوانین ہیں جو ہندوستان کی جمہوریت اور بھائی چارہ کی روح کے خلاف ہیں۔ آپ نے کہا کہ نئے قوانین سے صرف ۲۵/ فیصد مسلمان ہی نہیں، بلکہ ۷۰/ فیصد ہندو، سکھ عیسائی اور دیگر اقوام بھی پریشان ہوں گی۔ بلکہ اپنی شہریت درج کرانے کے لیے ہر ہندوستانی کو لائن میں کھڑا ہونا پڑے گا۔ ایک اندازے کے مطابق ۵۶/ ہزار کروڑ سے زائد کا صرفہ پورے ملک میں این آرسی نافذ کرنے کی صورت میں آئے گا، جو حکومت پیاز کی قیمت نہیں گھٹا سکتی، اس کو اتنا مہنگا قانون بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے کہا کہ موجودہ قوانین درحقیقت ہندوستان کی غریب عوام دلتوں اور مزدوروں اور آدیواسیوں کے خلاف ہیں، اس لئے اس لایعنی اور فضول قوانین کے ہم مخالف ہیں۔ آپ نے کہا کہ اتر پردیش میں پولیس کی ظالمانہ کاروائی میں مارے گئے لوگوں کے حق میں سب کو دعا کرنا چاہئے اور جو بے قصور جیلوں میں بند ہیں، ان کی مدد کرنی چاہئے۔ مہمان شعراء جیسے احسن الشعراء جناب ذیشان متھراوی (کلکتہ) حافظ حاجی حسان رضا کلکتوی، محترم عبدالرحمٰن جامی (لکھنؤ) عبدالمصطفیٰ (ادونی، کرناٹک) کے علاوہ دیگر نعت خوان حضرات نے بھی اپنے اپنے لہجے میں نعتیہ کلام پیش فرمایا۔ بعدہٗ فارغ ہونے والے طلباء کے سروں پر علماء ومشائخ کے مقدس ہاتھوں نیابت رسول کا تاج زریں رکھا گیا۔ اس کے بعد تمام فارغین سے عہد لیا گیا کہ ہم ہمیشہ مسلک حقہ، مسلک اعلیٰ حضرت پر کاربند رہ کر پیغام رسول عام کرتے رہیں گے۔ نماز و روزہ اور عقائد واعمال کی پاسداری کو اپنا شعار بنائے رکھیں گے۔ اس موقع پر نبیرہ حضور سراجِ ملت عزیزم سید محمد اسمٰعیل رضا رضوی سراجی سلمہٗ نے بھی خوردسالی کے باوجود نہایت عمدہ اور خوبصورت تقریر کی اور بتایا کہ سراجِ ملت جس انداز میں محفل میں ہوتے اسی انداز میں گھر میں بھی ہوتے۔

اس سال اس ادارے سے فارغ ہونے والے عالم وفاضل اور حفاظ وقراء کی کل تعداد ۳۵/ تھی، جنہیں دستار سے نوازا گیا، جبکہ کمپیوٹر کورس مکمل کرنے والوں کی تعداد ۱۱/ تھی۔ اخیر میں صلوٰۃ وسلام وحضور بادشاہ میاں قبلہ کی نورانی دعاء پر اس بابرکت تقریب کا اختتام ہوا۔ ان تقریبات میں مذکورہ بالا شخصیات کے علاوہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (بقیہ صفحہ ۵۴/ پر)

AL-RAZA International (Bimonthly)
Ahmad Publications Pvt. Ltd., Hira Complex, Qutubuddin Lane,
Near Dariyapur Masjid, Sabzibagh, Patna, Bihar (India) 800004

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیخ طریقت حضرت العلام الحاج الشاہ

المفتی جیش محمد صدیقی برکاتی المعروف بہ حضور شیر نیپال
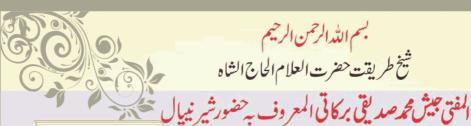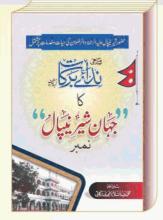
علیہ الرحمہ کی رحلت ۲۸ ربیع النور ۱۴۴۱ھ بمطابق ۲۶ نومبر ۲۰۱۹ء کو ہوئی جو اہل سنت کے لیے عظیم سانحہ فاجعہ ہے۔ آپ کی دینی ملی سماجی اور علمی خدمات پانچ دہائیوں سے زیادہ پر مشتمل ہیں۔ آپ اگر چہ ہمارے بیچ نہ رہے مگر اپنی خدمات جلیلہ کے سبب تا دیر یاد کئے جاتے رہیں گے۔ آپ کے جاری کردہ رسالہ ''سہ ماہی ندائے برکات'' آپ کی ہمہ جہت خدمات واثرات پر مشتمل ایک تحقیقی ودستاویزی انسائیکلو پیڈیا بنام:

جہان شیر نیپال

نکالنے کے لیے پر عزم ہے۔ آپ سے پر خلوص گزارش ہے کہ اس سعادت مندانہ کوشش کا خیر مقدم کرتے ہوئے اپنی گراں قدر شمولیت سے نوازیں۔ نیز اس سلسلے میں ضروری معلومات حاصل کرنے اور مقالات کے لیے درج ذیل نمبروں پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

- ابو العطر محمد عبد السلام امجدی برکاتی — رابطہ: +974-31402499
  abdussalamamjadi@gmail.com
- حضرت علامہ مولانا عارف رضا مصباحی ازہری — رابطہ: +91 80873 97215
- حضرت علامہ مفتی محمد احمد رضا ثقافی — رابطہ: +977 980-7646018

Printed at: Ahmad Publications Pvt. Ltd., Patna #8521889323